بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ

اور ــ انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۵۵۱

راڈیا کا قتل

اشتیاق احمد

نام ناول —— راڈیا کا قتل
بار اوّل —— یکم نومبر ۱۹۹۳ء
طابع —— اشتیاق احمد
کتابت —— سعید نامدار
سرورق —— طاہر ایس ملک
قانونی مشیر —— شمیم احمد ایڈووکیٹ
مطبع —— عظیم علیم پرنٹرز
قیمت —— دس روپے

اشتیاق پبلی کیشنز
۹/۱۲ نصیر آباد —— مسلم پورہ —— ساندہ کلاں —— لاہور
فون نمبر: ۷۲۴۶۳۵۶

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی تم میں سے (جب کھانا کھا چکے تو) اپنا ہاتھ نہ پونچھے، یہاں تک کہ اس کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۵۳، حدیث نمبر ۱۵۵

السلام علیکم !

ایک بار پھر ہمارے ملک میں انتخابات ہونے کا چکر چلا ہوا ہے ۔ ہر دو تین سال کے بعد انتخابات کا چکر ہمیں چکرا کر رکھ دیتا ہے اور ہم خود کو گھن چکر سا محسوس کرنے لگتے ہیں ۔ سیاست دانوں کی آئے دن کی قلابازیاں ملک کو کہاں سے کہاں لے آتی ہیں ۔ پھر وہی ہو گا ۔ الیکشن ہوں گے ۔ تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ وہی پرانے لوگ برسرِ اقتدار آئیں گے ۔ اور دو تین سال بعد پھر یہی چکر چل پڑے گا ۔

کیا ہمارا مقدر یہی ہے ۔ جی نہیں ۔ ہم نے خود اپنا یہ مقدر بنا لیا ہے ۔ اگر ہم ان تمام پرانے سیاست دانوں کو ووٹ نہ دیں ۔

ان تمام لوگوں کو ووٹ نہ دیں ۔ جو پچاس سال سے مُسلسل حکومت کرتے چلے آ رہے ہیں ، تو ضرور نئے لوگ سامنے آئیں گے ۔ اور اس طرح ہو سکتا ہے ، ہمارے مُلک کے حالات بہتر ہو جائیں ۔

ان سیاست دانوں کا کردار ، ہم سب کے سامنے ہے ۔ کبھی یہ اِدھر ہوتے ہیں کبھی اُدھر ۔ انہیں خریدا اور بیچا بھی جاتا رہا ہے ۔ آپ خود سوچیں ۔ یہ لوگ مُلک کی کیا خدمت کر سکتے ہیں بھلا ۔

اشتیاق

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

دھماکا

انسپکٹر جمشید کے دروازے کی گھنٹی بجی۔ تینوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"گھنٹی بجانے والا بہت پُرسکون ہے، اسے کوئی گھبراہٹ نہیں، کوئی جلدی نہیں — میں نے غلط تو نہیں کہا۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"وہ اجنبی ہے، ہمارے ہاں پہلے کبھی نہیں آیا — میں نے بھی غلط تو نہیں کہا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"زیادہ اندازے بتانے کی کوشش نہ کرو اور جا کر دروازہ کھولو — میں جانتی ہوں — وہ بہت زیادہ بے قرار، بے تاب اور بے چین ہے۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"شاید کوئی چوتھا لفظ ذہن میں نہیں آیا جس کے ساتھ بے لگا سکتی، ورنہ ضرور بولتی۔" فاروق نے کہا۔

"ایسی کون سی بات ہے — بے تو بے شمار الفاظ کے

ساتھ لگتا ہے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"لگنے کی بھی ایک ہی کہی۔ بھئی لگنے کو تو یہ شمار کے ساتھ بھی لگ گیا ہے۔ لیکن اصل بات ہے۔ موقع محل کی۔ بے چین، بے قرار اور بے تاب قسم کا لفظ ہی تو فرزانہ استعمال کر سکتی تھی۔" محمود نے کہا۔

اسی وقت گھنٹی دوسری بار بج اٹھی:

"دیکھا۔ اب اس میں سے بے تابی ٹپکنے لگی ہے۔" فرزانہ نے شوخ آواز میں کہا۔

"ابھی کیا ہے۔ ابھی تو گھنٹی کی آواز سے نہ جانے کیا کیا ٹپکے گا۔"

"اگر تم لوگ بیٹھے باتیں بگھارتے رہے۔ اور دروازہ نہ کھولا تو اس گھنٹی کی آواز سے خون بھی ٹپک سکتا ہے۔" بیگم جمشید نے باورچی خانے سے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ارے ہاں واقعی۔ ارے باپ رے۔ اس سے پہلے کہ خون ٹپکے۔ مجھے دوڑ پڑنا چاہیے۔" یہ کہہ کر محمود نے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔

"معلوم ہو گیا۔ محمود خون ٹپک پڑنے سے بہت ڈرتا ہے۔"

ابھی محمود کا ہاتھ دروازے پر لگا نہیں تھا کہ گھنٹی

تیسری بار بجی:

"اب اس میں پوری طرح بے چینی شامل ہو چکی ہے۔" فرزانہ نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

"اچھا بابا۔ مان لیتے ہیں۔" فاروق نے جل کر کہا۔

اور محمود نے چٹخنی گرا دی۔ باہر واقعی ایک اجنبی کھڑا تھا۔ بلکہ وہ ان کا ہم وطن بھی نہیں لگتا تھا۔ کسی اور ملک کا رہنے والا جان پڑتا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی اس نے بے تابانہ انداز میں پاؤں اندر رکھ دیا اور اندر گھس آیا۔ پھر دروازہ اندر سے بند کر دیا:

"ارے ارے۔ کہاں گھسے چلے آ رہے ہیں بھئی۔ اور یہ آپ نے دروازہ کیوں بند کر دیا؟"

"دروازہ اس لیے بند کر دیا کہ میری جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"آپ غلط کہہ گئے۔ اپنے جملے میں سے نہیں نکال دیں۔"

"نہیں نکالوں گا۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"کیا مطلب۔ کیا نہیں نکالیں گے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"نہیں۔ اور کیا۔ میں نے غلط نہیں کہا۔ میں نے دروازہ اس لیے بند نہیں کیا کہ مجھے جان کا خطرہ ہے۔ میں جانتا ہوں۔ آپ لوگوں کے پاس ایسے لوگ عام طور

پر آتے رہتے ہیں — جنھیں اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے، پھر وہ اندر آ کر دروازہ بند کروا لیتے ہیں — اور پھر آپ لوگ انھیں ان کے دشمنوں سے بچانے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں — یہ اور بات ہے کہ یہ سر توڑ کوشش بعض اوقات محاورے تک نہیں رہ جاتی — واقعی سر توڑ ثابت ہوتی ہے — اور تمھارے سروں پر پٹیاں بندھی نظر آتی ہیں۔"

"بہت معلومات جمع کر رکھی ہیں ہمارے بارے میں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں — اور اگر شک ہوتا تو بھی کوئی بات نہیں تھی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا آئیے — یہ تو اب جاننا ہی پڑے گا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"ضرور جان لیں — روکا کس نے ہے — لیکن میں بہت بھوکا ہوں — بہت دور سے چلا آ رہا ہوں — بہت تھکا ماندہ بھی ہوں — اور بہت پیاسا بھی ہوں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"کوئی چیز آپ بہت کے بغیر بھی ہیں یا نہیں۔" فاروق جل گیا۔

"پہلے کھانا — پھر پانی — پھر آرام — پھر کہانی۔" اس

نے جلدی جلدی کہا۔

"ہمارے گھر میں کوئی بھوکا آئے، اسے کھانا ضرور ملتا ہے — کوئی پیاسا آئے، اسے پانی ضرور ملتا ہے — کوئی تھکا ہارا آئے، اسے آرام ضرور ملتا ہے — کوئی کوئی کہانی سنانے آئے، ہم اس کی کہانی ضرور سنتے ہیں، لیکن شاید آپ ہمارے صبر کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔"

"امتحان میں صرف اور صرف ریاضی کا لیتا ہوں — ریاضی میں بھی صرف الجبرے کا — اس لیے کہ میں الجبرے کا ماہر ہوں — الجبرے دان۔"

"ریاضی دان تو سنا تھا — آج الجبرے دان بھی سن لیا — آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"ہونا کیا ہے — فرزانہ — مصیبت تیار ہے۔" محمود مسکرایا۔

"لیجیے اور سنیے — مصیبت تیار ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"مصیبت فرزانہ کی — اور منہ تم بنا رہے ہو — کہیں فرزانہ کی روح تم میں حلول تو نہیں کر گئی۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"ارے باپ رے — فرزانہ ایسا ظلم نہ کرو — اپنی روح کو اپنے تک ہی رکھو — ہاں بھئی اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"توبہ ہے تم سے۔ کھانے کی ٹرے تیار ہے۔ پہلے اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرو۔" اندر سے بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"ویری گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔ ویسے اس قدر جلد کھانا تیار ہوتے پہلی بار دیکھا ہے۔" اجنبی نے کہا۔

"ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے۔ اچھا چلیے۔ یہ بتائیے، آپ کیا کھانا پسند کریں گے؟"

"جو چیز تیار ہو گئی ہے۔ وہی ٹھیک ہے۔"

"نہیں! اس سے پہلے کہ ہم آپ کی کہانی سنیں۔ آپ ہماری امی کا کمال دیکھ لیں۔ کسی چیز کا نام لیں، صرف تین منٹ بعد وہ چیز آپ کے سامنے موجود ہو گی۔"

"اوہ! تو کیا آپ کی امی جادوگر ہیں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"غلط اندازہ لگایا۔ جادوگر تین منٹ نہیں۔ تین سیکنڈ لگاتے ہیں۔ اور میں نے بات تین منٹ کی کی ہے۔"

"اگر واقعی ایسا کوئی کمال دکھایا جا سکتا ہے۔ تو مجھے سویوں کے زردے کا بہت شوق ہے۔"

"اب آپ کو تین منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔

اپنی گھڑی دیکھ لیں۔"

"اچھا۔ اچھا۔" اس نے کہا اور کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا۔ ایسے میں محمود کی نظر بھی گھڑی پر اٹھ گئی، اسے شدید بے چینی کا احساس ہوا۔

"یہ۔ یہ آپ کی گھڑی کیسی ہے؟"

"بہت اچھی۔ بہت خوب صورت۔"

"ذرا دکھائیں گے۔" اس نے کہا۔

"کیوں۔ کیا آپ کو بہت اچھی لگی ہے، لیکن کھانا کھلانے، پانی پلانے اور کہانی سننے کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کو اپنی گھڑی دے دوں۔"

"ایک بات آپ بھول گئے اجنبی بھائی۔" فاروق نے گویا یاد دلانے کی کوشش کی۔

"اور وہ کیا؟"

"آرام کرنے والی بات۔ کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد آپ کو آرام بھی کرنا ہے۔"

"اوہ ہاں! وہ تو میں بھول ہی گیا۔" اس نے چونک کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اب یاد کر لیں۔" فاروق بولا۔

"کک۔ کیا یاد کر لوں۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"جو بھول گئے ہیں:"

عین اس وقت بیگم جمشید کی آواز سنائی دی:

"سوئیوں کا زردہ بھی تیار ہے۔"

"ارے کمال ہے — مم — مگر نہیں — اس قدر جلد کس طرح تیار ہو سکتا ہے — میرا باپ شاہی باورچی ہے — وہ بھی زردہ پکانے میں ایک گھنٹا ضرور لگاتا ہے۔ آج اتفاق سے آپ کے ہاں سوئیوں کا زردہ پکا ہوا ہو گا۔"

"جی نہیں — ایسی کوئی بات نہیں — آپ کسی اور کھانے کا نام لے دیں — تین یا سوا تین منٹ بعد آپ کے سامنے ہو گا۔" محمود بولا۔

"تم ذرا غلط کر گئے محمود۔" اندر سے بیگم جمشید بولیں۔

"اوہ ہاں یاد آیا — تین سوا تین نہیں — تین پونے تین منٹ ہیں۔" اس نے چونک کر کہا۔

"اچھی بات ہے — میں نرگسی کوفتے کھانا پسند کروں گا۔" اجنبی بولا۔

"عجیب بات ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کون سی بات عجیب ہے؟" اجنبی چونک اٹھا۔

"آپ ہمارے ملک کے تو لگتے نہیں — ہیں آپ کہیں باہر کے — لیکن آپ بول رہے ہیں اردو۔"

"ہمارے علاقے میں بھی اردو عام ہے — آپ فکر نہ کریں۔"

"اوہ اچھا — ارے! آپ نے گھڑی اب تک نہیں دکھائی۔" محمود نے چونک کر کہا۔

اس نے گھڑی پر ایک بار پھر نظر ڈالی — اور اتار کر محمود کو دے دی —

محمود نے گھڑی کو بغور دیکھا — الٹا پلٹا — پھر فرزانہ کی طرف بڑھا دیا — فرزانہ نے بھی گھڑی کا بغور جائزہ لیا — اور پھر اسے فاروق کی طرف بڑھا دیا — اب اس کو فاروق نے دیکھا:

"مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔"

"اپنی آنکھوں کا..."

"نرگسی کوفتے تیار ہیں۔" بیگم جمشید کی آواز لہرائی۔

"ن — نہیں — میرے باپ شاہی باورچی ہیں اور — وہ بھی اس قدر جلد..."

"اس بات کو چھوڑیں۔" محمود نے باورچی خانے کی کھڑکی سے ٹرے پکڑی اور مہمان کے آگے رکھ دی —

اجنبی سب کچھ بھول کر کھانے پر بھوکوں کی طرح ٹوٹ پڑا — یوں لگتا تھا جیسے — اس نے ایک مدت کے

بعد کوئی چیز کھانے کی دیکھی ہو۔

وہ اسے کھاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اس نے بہت جلد ٹرے صاف کر دی۔

"اور کھانا لاؤں؟"

"نہیں۔ اس وقت اتنا کافی ہے۔ اگر رات تک رہنا پڑا تو پھر سہی۔" اس نے کہا۔

"اچھا یہ لیں اپنی گھڑی۔ ہم کچھ اور سمجھے تھے۔ لیکن یہ تو عام گھڑی ہے۔"

"شکریہ!" وہ مسکرایا اور گھڑی اپنی کلائی پر باندھ لی۔

"اب فرمائیے۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی میں نے صرف کھایا پیا ہے۔ آرام نہیں کیا۔ اب میں تین منٹ کے لیے سو رہا ہوں، آپ مجھے جگا نہ دیجیے گا۔ بس میں ذرا کمر سیدھی کروں گا۔ تین منٹ تک سوؤں گا اور پھر تازہ دم ہو جاؤں گا۔ کہانی بخوبی سنا سکوں گا۔"

"شکریہ! لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ آپ صرف تین منٹ تک سوئیں گے؟"

"میں چاہوں تو صرف ایک منٹ کے لیے سو کر دکھا سکتا ہوں۔ اچھا بس۔ میرا وقت نہ ضائع کریں۔" یہ کہہ

کر وہ وہیں قالین پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

"لگتا ہے۔ یہ حضرت کوئی ڈراما کر رہے ہیں۔" محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"اگر یہ کوئی ڈراما کریں گے ہمارے ساتھ تو ہم اس کے ساتھ وہ حشر کریں گے کہ یاد ہی کرے گا۔" فاروق نے کہا۔

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ گویا وہ سو چکا تھا۔

"بن رہا ہے۔ کسی سازش کے تحت آیا ہے۔" فاروق نے سرگوشی کی۔

"لگتا ایسا ہی ہے، لیکن ہم کیا کریں۔ سوائے انتظار کے کیا کر سکتے ہیں۔"

"اس کی آنکھ کا پپوٹا اٹھا کر دیکھ تو سکتے ہیں۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

محمود نے آنکھ کا پپوٹا اٹھا کر دیکھا۔ اور وہ حیران رہ گیا۔

"ارے! کمال ہے۔ یہ تو واقعی سو رہا ہے۔"

"اچھا، کمال ہے۔"

پھر ٹھیک تین منٹ بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"میں نے تین منٹ سے زیادہ نہیں لگائے۔" اس نے لیٹے لیٹے کہا۔

"نن — نہیں — خدا اس قدر شان دار نیند ہر ایک کو دے۔"

اچانک ایک ہلکا سا دھماکا ہوا —

رنگین برف

"ارے! یہ دھماکا کیسا تھا؟" محمود اچھل پڑا۔

"یہ — یہ — یہ ضرور اس گھڑی میں ہوا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

ان کی نظریں اس کی کلائی پر بندھی گھڑی پر جم گئیں — اچانک ان کی سٹی گم ہو گئی۔ گھڑی پر اب مختلف رنگ نظر آ رہے تھے — اچانک وہ پگھل گئی۔

"ارے ارے — یہ — یہ کیا بھئی — یہ گھڑی ہے یا برف؟" فرزانہ بولی۔

"رنگین برف۔"

"رنگین برف — یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"اوہو — یہ — یہ اجنبی تو پھر سو گیا — ارے بھائی — آپ کے تین منٹ پورے ہو چکے ہیں اور آپ ہیں کہ ایک

بار پھر سونے کی تیاری کر رہے ہیں۔"

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی ــ تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ــ

"لگتا ہے ــ کہیں زور شور سے شروع ہو گیا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

اور پھر تینوں باہر نکل آئے ــ ادھر دروازے پر اب زور شور سے دستک دی جا رہی تھی ــ

"کیا ہے ــ کیا مصیبت آ گئی ہے ــ آپ جو کوئی بھی ہیں ــ دروازہ اس طرح کیوں دھڑ دھڑا رہے ہیں ــ خبردار ــ ہم بہت بری طرح پیش آئیں گے۔" محمود نے گرج کر کہا۔

اور پھر دروازے کی طرف دوڑ پڑا ــ جب تک اس نے دروازہ کھول نہیں دیا، دستک بدستور جاری رہی اور پھر دروازہ کھلتے ہی بہت لمبے قد کا ایک آدمی اندر آ گھسا:

"وہ ــ کہاں ہے ــ میرا بھائی ــ اس کی جان کو خطرہ ہے۔"

"آپ کا بھائی ــ کیا مطلب؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! میرا بھائی ــ اس نے ایک گہری سازش کی ہے ــ کچھ لوگ اسے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں ــ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس آیا ہے ــ لیکن میں اسے بتانا چاہتا

ہوں ــ ان لوگوں نے ہمارے پورے خاندان کو گھیر لیا ہے ــ وہ یہاں چھپ کر کیا کرے گا۔"

"پتا نہیں ــ آپ کیا کہ رہے ہیں ــ جہاں تک ہم سمجھے ہیں ــ آپ یہ بات بتانے کی کوشش کر رہے ہیں ــ کہ تھوڑی دیر پہلے جو شخص ہمارے گھر میں آیا ہے ــ وہ آپ کا بھائی ہے ــ کچھ لوگ اس کی جان لینا چاہتے ہیں ــ اور اس سلسلے میں وہ ہمارے پاس آیا ہے، لیکن اب آپ کے پورے خاندان کو آپ کے دشمنوں نے گھیر لیا ہے۔"

"ہاں! میں اسے یہی بتانے آیا ہوں ــ مجھے جونہی پتا چلا کہ وہ گھر سے غائب ہے تو میں سمجھ گیا ــ کہ وہ ضرور آپ کی طرف آیا ہو گا ــ کیونکہ وہ اکثر آپ لوگوں کا ذکر کرتا رہتا تھا ــ اور جب ہمارے خاندان کو گھیرے میں لیا جانے لگا تو میں نے وہاں سے نکلنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا ــ چنانچہ میں یہاں آ گیا ــ کہاں ہے میرا بھائی۔"

"ہم نہیں جانتے ــ وہ آپ کا بھائی ہے یا نہیں ــ ہو سکتا ہے، آپ یہ کہانی سنا کر اس تک پہنچنے کے چکر میں ہوں ــ اور دراصل اس کے دشمن آپ ہوں۔"

"نن ــ نہیں ــ اس طرح آپ وقت ضائع کر دیں گے ــ

ہمارا فوری طور پر اپنے خاندان تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔"

"کیا آپ کا خاندان ایک ہی جگہ رہتا ہے؟"

"ہاں! ہمارے علاقے میں لوگ خاندان خاندان کے حساب سے رہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ آئیے۔" محمود نے کہا۔ کیونکہ اسے اور کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ اسے اندر لے آئے۔ کمرے میں داخل ہوئے تو اجنبی ابھی تک گہری نیند میں نظر آیا۔

"لیجیے۔ یہ یہاں مزے سے سو رہا ہے۔ اور وہاں جان کے لالے پڑے ہیں۔"

"ہم جگا دیتے ہیں۔ جب تک یہ جاگ نہیں جاتے اور اس بات کی تصدیق نہیں کر دیتے کہ یہ واقعی آپ کے بھائی ہیں، اس وقت تک آپ ان کے نزدیک نہ آئیں۔" محمود نے کہا۔

"کک۔ کیوں؟"

"اس لیے کہ ہم کسی سازش کا شکار ہونا پسند نہیں کرتے اور اگر کبھی کسی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں تو پھر سازش کرنے والے کو اس کے انجام تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔"

"پتا نہیں۔ آپ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اچھا آپ اسے جگا دیں۔ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔"

"آج کل تو دودھ کا پانی اور پانی کا پانی ہوتا ہے، خیر۔ ہم جگا دیتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا اور اجنبی کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا:

"اٹھیے جناب۔ دیکھیے۔ آپ کے بھائی آ گئے ہیں۔"

اجنبی نے آنکھیں نہ کھولیں۔ جوں کا توں پڑا رہا۔ آخر فاروق کو اسے جھنجوڑنا پڑا، لیکن جھنجوڑنے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔

"ارے! یہ۔ یہ کیا۔" فرزانہ کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

"کک۔ کیا ہوا؟"

"اس گھڑی کا تو اب نام و نشان تک باقی نہیں رہا، گھڑی جس جگہ کلائی پر بندھی تھی۔ وہاں ایک باریک سا سوراخ نظر آ رہا ہے۔"

"باریک سا سوراخ۔"

وہ اس کی کلائی پر جھک گئے۔ وہاں واقعی ایک سوراخ تھا۔ اب محمود نے فوراً اس کی نبض پر ہاتھ

دکھ دیا — وہ اُچھلا — پھر اس کے دل کی دھڑکن کو دیکھا اور آخر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے کہا:

"نہیں — یہ جا چکا ہے۔"

"جا چکا ہے، لیکن کہاں؟"

"اپنے خالق کے پاس — جہاں ہر ایک کو ایک دن جانا ہے۔"

"نن — نہیں۔" دُوسرا اجنبی چلّایا۔

"آپ کے نن نہیں کہنے سے یہ واپس تو نہیں آجائیں گے — اللہ تعالیٰ آپ کو صبر عطا فرمائے — آمین۔" محمود نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔

"ل — لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ اس گھڑی کے ذریعے ہوا — جو ان کی کلائی پر تھی — کیا آپ اس گھڑی کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟" محمود بولا۔

"گھڑی — مجھے کوئی بات کسی گھڑی کے بارے میں معلوم نہیں۔"

"تو پھر — اب وہ کہانی آپ سنائیں گے — جو آپ کے بھائی سنانے آئے تھے۔"

"یہی تو مصیبت ہے — یہ آپ کو کیا کہانی سنانا چاہتا

تھا — مجھے قطعاً معلوم نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ لوگ اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں — یہ ان سے بچنے سے زیادہ اس کوشش میں تھا کہ ان کے بارے میں آپ کو کچھ بتا سکے؛ چنانچہ اس نے یہ سفر کیا ہو گا — لیکن افسوس! یہ تو خود مارا گیا — آخر آپ لوگوں نے میرے بھائی کو کس طرح ہلاک کیا؟"

"دیکھیے جناب! ہم پر الزام لگا کر آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اس لیے کہ ہماری ان سے کوئی دشمنی نہیں تھی — ہم انھیں کیوں ہلاک کرتے — ان کے ہاتھ پر ایک عدد گھڑی تھی، جب یہ یہاں آئے تھے — وہ گھڑی عجیب سی تھی — ہم نے اسے اتروا کر دیکھا بھی تھا، لیکن — اس وقت کوئی اندازہ نہ لگا سکے — بعد میں ہم نے اس گھڑی کو کلائی پر پگھلتے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔"

"کیا کہا — گھڑی کو پگھلتے دیکھا — کیا وہ موم کی بنی ہوئی تھی۔" اس نے جھلّا کر کہا۔

"ہمیں خبر نہیں کہ وہ موم کی بنی ہوئی تھی یا کس کی — ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ پگھل رہی تھی کہ آپ آ گئے — اور ہم آپ کے لیے دروازہ کھولنے

باہر نکل آئے — کیونکہ آپ بہت شدت سے دروازہ
دھڑ دھڑانے لگے تھے — ذرا غور کریں — ہم کیا کرتے ؟

"ہاں بالکل ! کرنے کے لیے ہمارے پاس تھا ہی کیا۔"
فاروق نے کہا۔

"لیکن آپ فکر نہ کریں — لاش کا پوسٹ مارٹم ہو گا —
تبھی معلوم ہو سکے گا کہ ان کی موت کس طرح واقع
ہوئی ہے۔"

"اُف مالک ! اب میں کیا کروں — یہ کیا ہو گیا — میرا
بھائی اتنی دُور آکر مر گیا۔"

"آپ کے بھائی کا نام کیا ہے ؟"

"راڈیا۔" اس نے کہا۔

"آپ کا نام ؟"

"کاڈیا۔"

"یہ چکر کیا ہے ؟"

"مجھے واقعی کچھ معلوم نہیں — اتنا ہے کہ کچھ دنوں سے
میرا بھائی بہت خوف زدہ تھا — ہم نے بار بار اس سے
وجہ پوچھی ، لیکن اس نے کچھ نہ بتایا — صرف یہ کہتا رہا —
مجھے سفر کرنا ہی پڑے گا — دور دراز کا سفر — جہاں انسپکٹر
جمشید رہتے ہیں۔"

"اور آپ لوگ کہاں رہتے ہیں ؟"

"اس ملک سے باہر — سرحد سے ملی ہوئی ایک
آزاد ریاست میں — اس آزاد ریاست کا نام وادیٔ غازاب
ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا کہا — وادیٔ غازاب — یعنی شاہ برنا کی ریاست !"
محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں ! شاہ برنا کی ریاست ، لیکن آپ کو حیرت کس
بات پر ہے ؟"

"اس قدر دُور دراز کا سفر کرنے کے باوجود راڈیا
اور آپ پر سفر کے کوئی آثار نہیں ہیں — نہ تھکن کے
آثار نظر آئے — نہ گرد و غبار کے — نہ آپ دونوں کے
ساتھ کوئی سامان نظر آیا۔"

"جس شخص کو اپنی موت کے سامان نظر آ رہے ہوں —
وہ کیا سامانِ سفر ساتھ لے گا — اور جس کا بھائی موت
کے منہ میں جانے والا ہو — وہ اسے بچانے کے لیے
سامانِ سفر جمع کرنے میں وقت کب ضائع کرے گا۔"

"ہوں — خیر — مطلب یہ کہ آپ کچھ نہیں بتا سکتے۔"

"جی نہیں — مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے — اب ہمارے ابا جان فیصلہ کریں

گے۔ فی الحال تو ہم لاش اٹھوا دیتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے، ان کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔"

یہ کہہ کر محمود نے سب انسپکٹر اکرام کو فون کیا، سلسلہ ملنے پر وہ بولا:

"انکل ایک عدد لاش ہمارے گھر میں آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"

"ارے باپ رے۔ پھر لاش۔ لاشوں کا اور آپ کا کہیں چولی دامن کا ساتھ تو نہیں ہو گیا؟"

"پتا نہیں۔ ویسے لگتا یہی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

"شکریہ انکل۔ ابا جان کے بارے میں کوئی اطلاع؟" محمود بولا۔

"ہاں! آئی جی صاحب کے آفس میں ہیں۔ کوئی میٹنگ ہو رہی ہے۔ فارغ ہو کر سیدھے گھر آئیں گے۔" اکرام نے بتایا۔

"چلیے ٹھیک ہے۔"

اور پھر اکرام وہاں پہنچ گیا۔ لاش کی تصاویر لی گئیں، کارروائی مکمل کرنے کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا گیا۔ دو گھنٹے بعد جو رپورٹ ملی، وہ عجیب تھی۔

کوئی وجہ ڈاکٹر لوگ معلوم نہیں کر سکے تھے۔ کلائی کے سوراخ کے بارے میں بھی صرف یہ رپورٹ لکھی گئی تھی کہ وہاں کوئی پن چبھی تھی۔ اور بس۔ اس سوراخ سے موت کا کوئی تعلق ثابت نہیں ہو سکا تھا۔

رات کے آٹھ بجے تک جب انسپکٹر جمشید کی واپسی نہ ہوئی اور کاڈیا کا مارے بے چینی کے برا حال ہو گیا تو انھوں نے دفتر فون کیا۔ وہاں سے بتایا گیا کہ انسپکٹر جمشید کو کسی خاص جگہ بھیج دیا گیا ہے۔ اور ان کی جلد واپسی کی کوئی امید نہیں ہے۔

"اب کیا کریں؟"

"ہم اب لاش کو کب تک یہاں رکھ سکتے ہیں۔ ایمبولینس لے کر مسٹر کاڈیا کے ساتھ چلتے ہیں۔ ہم کم از کم لاش تو وہاں پہنچا دیں۔ اس کے بعد اس کیس پر کام کرنے کا کوئی امکان ہوا تو وہاں ٹھہر جائیں گے۔" فرزانہ نے کہا۔

"امی جان سے بات کر لیتے ہیں۔" محمود بولا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

"میں سن چکی ہوں۔ تم چلے جاؤ۔ ان کی مدد کرنا تمھارا فرض ہے۔"

"شکریہ امّی جان" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

وہ اسی وقت انتظامات میں مصروف ہو گئے۔ ایک گھنٹے بعد وہ ایمبولینس میں بیٹھ چکے تھے اور اپنی والدہ کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔

سرحد تک پہنچنے میں انھیں آٹھ گھنٹے لگے۔ اس کے بعد وادیٔ غازاب کا علاقہ شروع ہو گیا۔ یہاں انھیں اپنے کاغذات چیک کرانا پڑے۔ لاش کا سرٹیفکیٹ دکھانا پڑا۔ تب کہیں جا کر انھیں آگے جانے کی اجازت ملی۔ اب پہاڑی سڑکوں پر انھیں پانچ گھنٹے کا سفر اور کرنا پڑا۔ تب کہیں جا کر گاڑی ایک گھر کے سامنے رکی۔ وہ ایک خوب صورت، لیکن چھوٹا سا گھر تھا۔ انھیں گھر کے چاروں طرف کوئی بھی نظر نہ آیا۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ جب کہ آپ نے تھا کہ آپ کے گھر کو دشمنوں نے گھیر رکھا ہے۔" محمود نے راڈیا کو گھورا۔

"جب انھیں معلوم ہوا ہو گا کہ راڈیا وہاں نہیں ہے تو چلے گئے ہوں گے۔ یا پھر انھیں یہ رپورٹ مل ہو گی کہ اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ آخر جن لوگوں اسے ہلاک کیا ہے، انھوں نے اس طرف خبر بھی

ارسال کی ہو گی۔"

"ہاں! یہ بات دل کو لگتی ہے۔ خیر چلیے۔"

راڈیا کی موت کی خبر جونہی گھر والوں کو ہوئی۔ رونے کی ہلکی آوازیں ابھرنے لگیں۔ انھیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ عورتیں بھی واویلا نہیں کر رہی تھیں۔ گویا اسلام کے احکامات پر پوری طرح عمل کر رہی تھیں۔

اب ان کے لیے انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ بہت جلد راڈیا کا جنازہ اٹھا دیا گیا۔ اس کام میں بھی دیر نہیں لگائی گئی۔ جنازے کے بعد بھی کوئی فضول رسم نہیں کی گئی، نہ لوگ وہاں جمع رہے۔ نہ انھیں کچھ کھلایا پلایا گیا۔ راڈیا کے گھر پڑوسیوں نے کھانا بھیجا۔

دوسرے دن انھوں نے اپنا کام شروع کیا۔ ان کا پہلا سوال یہ تھا:

"راڈیا کیا کام کرتا تھا؟"

"راڈیا ایک سرکاری دفتر میں ملازم تھا۔ محکمہ داخلہ کے ایک دفتر میں۔"

وہ اس دفتر میں پہنچے۔ دفتر کے منیجر نے یہ تو اقرار کیا کہ راڈیا وہاں کام کرتا تھا، لیکن اس کے علاوہ

کچھ بتانے سے انکار کر دیا اور بولا:

"یہ کام ہماری ریاست کی پولیس کا ہے، نہ کہ آپ کا — یا پھر پہلے آپ یہاں کی پولیس کی اجازت لے آئیں — ورنہ آپ کے ساتھ کوئی بھی تعاون نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ اس علاقے کے پولیس اسٹیشن پہنچے اور پھر زور سے اچھلے —

گرفتاری کے بعد

پولیس اسٹیشن میں انسپکٹر جمشید موجود تھے — اُدھر انسپکٹر جمشید نے انھیں دیکھا تو مارے حیرت کے اچھل پڑے:

"تم — تم یہاں — یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" وہ بولے۔

"اور آپ اور یہاں — یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"لیکن ابھی تم نے ایک خاص بات کی طرف توجہ نہیں دی — اور وہ یہ...!" یہ کہہ کر انھوں نے اپنے ہاتھ آگے کر دیے — انھیں ایک زبردست جھٹکا لگا — ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں —

"یہ — یہ کیا — ہتھکڑیاں اور آپ کے ہاتھوں میں۔"

"ہاں! میں اس ریاست میں غیر قانونی طور پر داخل ہوا ہوں۔"

"لیکن آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وقت کم تھا — مجھے تم لوگوں کی وجہ سے یہاں فوراً

آنا پڑا ۔ لیکن یہاں کے قانون تو بہت سخت ہیں ہی ،
پولیس بھی بہت چوکس ہے۔"

"اب کیا کرنا ہے ۔ اب صدر صاحب کا فون کرا دیں
یہاں کے شاہ کو۔"

"یہاں شاہ کا نہیں ۔ عدالت کا حکم مانا جاتا ہے ۔
عدالت جو فیصلہ دے گی ۔ وہی ہو گا۔"

"آپ کا مطلب ہے ۔ عدالت نے اگر آپ کو سزا
سنا دی تو آپ جیل چلے جائیں گے۔"

"ہاں ! اور یہاں اس کام میں دیر بھی نہیں کی جاتی
ہے ۔ ہمارے ملک کی طرح نہیں کہ پہلے حوالات میں
کئی روز تک رکھتے ہیں ، پھر عدالت میں بھی ایک مدت
گزر جاتی ہے ۔ تب کہیں جا کر مقدمے کا فیصلہ ہوتا
ہے ۔ اب اگر کوئی آدمی بالکل بے گناہ ہے تو
وہ دو تین سال بعد کہیں جا کر رہا ہوتا ہے ۔ یہاں
ایسا نہیں ہے ، آج ہی یہ لوگ مجھے عدالت میں پیش
کر دیں گے۔"

"لیکن ابا جان ۔ آپ کو اس قدر جلدی کرنے کی کیا
ضرورت تھی ۔ کیا ہم یہاں آپ کی اطلاع کے مطابق
کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے ؟"

"نہیں ۔ جو ہوا تھا ۔ اسی کی مجھے اطلاع تمہاری امی
سے ملی تھی ۔ لیکن میں چاہتا تھا ، تم لوگوں سے پہلے
یہاں پہنچ جاؤں ۔ اب تم بتاؤ ۔ تم یہاں کیوں آئے ؟"
انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہم نے راڈیا پر کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے ،
لیکن اس کے لیے ہمیں اس قصبے کے پولیس اسٹیشن سے تحریری
اجازت حاصل کرنا ہو گی۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ؟" پولیس اسٹیشن کے انچارج
نے چونک کر کہا۔

"راڈیا کے قتل کا سراغ لگانا۔"

"اس کام کے لیے ہم بہت کافی ہیں ۔ اور یہ کام
چند دن میں کر لیں گے ۔ مجرم سلاخوں کے پیچھے ہو گا۔"
اس نے کہا۔

"لیکن راڈیا ہمارے پاس پہنچا تھا مدد کے لیے۔"

"یہ اس کی غلطی تھی ، اس کی غلطی کی بنیاد پر ہم آپ
کو اس قسم کی کوئی اجازت نہیں دے سکتے ۔ اور پھر
آپ کو اجازت دینے کا مطلب ہو گا ۔ ہم نکمے ہیں ۔
ایک شخص کے قاتل کو نہیں پکڑ سکتے۔"

"جیسے آپ کی مرضی ۔ اب ہم کیا کریں ابا جان ؟"

"اپنے طور پر تفتیش شروع کر دو۔" وہ مسکرائے۔

"یہ یہاں کے قانون میں ٹانگ اڑانا ہو گا اور ان تینوں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"پروا نہیں — میں بھی تو گرفتار ہو گیا ہوں۔"

"تو کیا آپ چاہتے ہیں — ہم بھی آپ کے ساتھ جیل چلے جائیں۔"

"ہاں!" وہ بولے۔

"تب ہم ابھی جا کر تفتیش کا کام شروع کر دیتے ہیں — بلکہ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔" محمود نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"آپ بھی عجیب لوگ ہیں — آپ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے — ورنہ مجبوراً ہمیں آپ لوگوں کو بھی گرفتار کرنا پڑے گا — انسپکٹر جمشید کی گرفتاری کا مجھے پہلے ہی افسوس ہے۔"

"تم جا سکتے ہو بھئی۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ ابا جان! ہم سمجھ گئے۔" یہ کہہ کر وہ تینوں باہر کی طرف چلے۔

"اُرجونا — ان کا تعاقب کرو — اپنی مدد کے لیے دو کانسٹیبل اور ساتھ لے لو، اگر یہ قانون کے کام

میں دخل اندازی کریں تو انھیں گرفتار کر لینا۔"

"او کے سر — میں ضرور ایسا کروں گا۔"

"اور انھیں گرفتار کر کے یہیں لے آنا — تاکہ ان کے والد کی خواہش پوری کی جا سکے۔"

"جی بہت بہتر۔" اس نے کہا اور باہر نکل گیا۔

تینوں راڈیا کے گھر کے پاس پہنچ کر ٹیکسی سے اتر آئے اور لگے لوگوں سے پوچھ تاچھ کرنے، لیکن کوئی بھی راڈیا کے قتل پر روشنی نہ ڈال سکا — راڈیا کا کوئی دوست بھی نہ مل سکا — اس کا بھائی کاڈیا بھی کچھ نہ بتا سکا — سوائے اس کے کہ وہ ایک سرکاری دفتر میں ملازم تھا — ابھی کھڑے سوچ ہی رہے تھے کہ ان حالات میں وہ کیا کر سکتے ہیں — انھیں کیا کرنا چاہیے کہ ایسے میں پولیس نے انھیں گھیرے میں لے لیا:

"بس جرم ثابت ہو گیا۔"

"وہ کیسے؟" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"آپ نے اس سبزی فروش سے اس قتل کے بارے میں پوچھ گچھ کی ہے — آپ قصور وار ہیں — آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"چلیے جناب۔" وہ مسکرائے۔

وہ انھیں اسی تھانے میں لے آئے۔ تھانے دار انھیں دیکھ کر مسکرایا:

"معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے والد صاحب کے پاس پہنچنے کی بہت جلدی تھی۔"

"جی ہاں! قدرتی بات ہے۔"

"پہنچا دو بھئی انھیں۔ لیکن ایک منٹ۔ آپ لوگوں کو گرفتار کرکے ہم نے غلطی تو نہیں کی۔ آپ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟"

"بالکل نہیں۔ اگر یہاں کا قانون ہے کہ کوئی بھی پرائیویٹ آدمی پولیس کے کام میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ تو پھر آپ نے تو اپنے قانون پر عمل کیا ہے۔"

"شکریہ! یہی بات ہم نے آپ کے والد صاحب سے پوچھی تھی۔ انھوں نے بھی ہماری تعریف کی تھی۔"

"انھیں ان کے والد کے ساتھ بند کر دو۔ آج شام ہی عدالت میں پیش کر دیے جائیں گے۔"

"او کے سر۔"

اور کانسٹیبل انھیں حوالات میں لے آئے۔ انسپکٹر جمشید انھیں دیکھ کر مسکرائے:

"کیا آپ کے ذہن میں کوئی خاص بات ہے ابا جان

کہ ہمیں بھی یہاں آنے کا اشارہ دیا ہے۔" محمود نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"ہاں! میں تمھارے ساتھ ان کی عدالت کا طریقہ کار بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اور یہ سب کچھ ہم راڈیا کے لیے کر رہے ہیں؟"

"ہاں! اس جرم پر سے پردہ اٹھانے کے لیے بے چین ہوں۔ راڈیا کی موت حد درجے پُراسرار ہے، ذرا سوچو۔ اس کے ہاتھ پر بندھی گھڑی پگھل گئی اور کلائی پر ایک باریک سا سوراخ چھوڑ گئی۔ ساتھ ہی وہ مر گیا۔ آخر یہ کیا ہے۔ کیوں ہے۔ اس کا مطلب تو صرف اور صرف یہ ہے کہ اپنی موت کا سامان وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ کیا اسے اس گھڑی کے بارے میں معلوم تھا۔ تم نے راڈیا سے اس گھڑی کے بارے میں پوچھا۔"

"اسے کچھ معلوم نہیں۔" محمود نے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھڑی اس کی نہیں تھی۔ ایک آدھ روز پہلے کسی نے دی تھی۔"

"لیکن ابا جان! ہم یہاں کیا کر سکیں گے۔ ہم یہاں تفتیش تو کر ہی نہیں سکیں گے۔"

"اسی لیے تو میں نے گرفتاری دی ہے، ورنہ کاغذات بنوا کر لانا میرے لیے کوئی مشکل نہیں تھا۔"

"اُلجھن بڑھتی جا رہی ہے — کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا — راڈیا ہمارے پاس کیوں آیا تھا؟" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے کندھے اُچکائے۔

شام کے وقت انھیں حوالات سے نکالا گیا۔ تھانیدار نے ان سے کہا:

"اگر آپ لوگوں نے فرار ہونے کی ذرا سی بھی کوشش کی تو میں جواب میں فائر کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا کہ گولی کیوں چلائی — صرف یہ ثبوت پیش کرنا ہوگا کہ آپ لوگ فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"شکریہ! آپ ہمیں عدالت میں لے چلیں۔" انسپکٹر جمشید نے خشک لہجے میں کہا۔

تھانے دار نے انھیں حیران ہو کر دیکھا، پھر بولا:

"تو آپ فرار ہونے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کک — کچھ نہیں۔" اس کے چہرے پر ہلکی سی گھبراہٹ کے آثار نمودار ہوئے اور پھر غائب بھی ہو گئے، پھر اس نے کہا:

"بٹھاؤ بھئی انھیں جیپ میں۔"

جلد ہی انھیں عدالت میں پیش کیا گیا — ان کا جرم الگ الگ بیان کیا گیا —

انسپکٹر جمشید کا جرم یہ تھا کہ وہ اس ریاست میں بغیر قانونی کاغذات کے داخل ہوئے تھے اور ان تینوں کا قصور یہ تھا کہ انھوں نے پولیس کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا — الزام سننے کے بعد مجسٹریٹ نے ان کی طرف دیکھا:

"آپ کو اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟"

"جی ہاں جناب والا — ہم اپنی وکالت خود کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اجازت ہے۔"

"سرحد پر — میں عام داخلے کی جگہ سے اندر داخل ہوا — سب کے سامنے داخل ہوا، چوری چھپے داخل نہیں ہوا — اس جگہ کوئی بورڈ نہیں لگا تھا، جس پر لکھا ہوتا کہ اس ریاست میں داخل ہونے سے پہلے

آپ کے پاس اپنے قانونی کاغذات ساتھ ہونے چاہییں۔"
انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس بورڈ کی وہاں کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے
کہ کسی بھی خود مختار مُلک میں داخل ہونے کے لیے
کاغذات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات اس دُنیا
کے تمام لوگ ہی جانتے ہیں۔"

"یہاں صورتِ حال ذرا مختلف ہے جنابِ والا۔
اور وُہ اس طرح کہ یہ آزاد ریاست ہمارے مُلک کے
ساتھ پوری طرح ملی ہوئی ہے۔ گہرے تعلقات ہیں۔
عوام بھی ایک دُوسرے کے دوست ہیں۔ ایک سال پہلے
تک کاغذات کی کوئی قید نہیں تھی۔ لوگ آزادانہ آتے
تھے، جاتے تھے۔ ان حالات میں جب آپ نے یہاں
ایک قانون بنایا کہ اب بغیر کاغذات کے کوئی اندر
نہیں آ سکے گا تو بورڈ لگوایا جانا ضروری تھا۔" انسپکٹر جمشید
نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"اعتراض بہت وزنی ہے۔ آپ کو رہا کیا جاتا ہے
اور انتظامیہ کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ فوری طور پر وہاں
بورڈ لگوا دیا جائے۔"

"شکریہ جنابِ والا۔ اب میں ان بچوں کا کیس بھی

لڑنا چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے۔" مجسٹریٹ نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کی ریاست کا ایک شہری۔ ان کے پاس،
ان کے مُلک میں آتا ہے۔ اس کے ہاتھ پر ایک گھڑی
بندھی تھی۔ ابھی اس نے اپنے آنے کا مقصد نہیں
بتایا تھا کہ وُہ گھڑی پگھل گئی..." وہ کہہ رہے تھے کہ مجسٹریٹ
نے بات کاٹ دی:

"کیا کہا۔ گھڑی پگھل گئی؟"

"ہاں! گھڑی پگھلنے کے ساتھ ہی وُہ مر گیا۔ یہ ایک
پُراسرار ترین موت تھی۔ اس کی آمد کا مقصد بھی معلوم
نہ ہو سکا۔ لہٰذا انھیں یہاں آنا پڑا، کیونکہ مرنے
والے کا بھائی بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچا تھا۔
اس نے صرف اتنا بتایا کہ راڈیا کی جان کے کچھ لوگ دُشمن
بن گئے ہیں اور وہ اسے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں،
اسی لیے وہ آپ لوگوں کے پاس آیا تھا۔ تاکہ آپ
سے مدد حاصل کر سکے، لیکن بے چارہ یہاں پہنچتے ہی
مارا گیا۔ ان حالات میں یہ کیا کرتے۔ ان کے پاس
کاغذات تھے۔ یہ یہاں آ گئے اور یہ جاننے کی کوشش
شروع کر دی کہ راڈیا ان کے پاس کیوں آیا تھا۔ کیا یہ

جرم ہے جناب والا؟"

"ہاں! آپ یہ کوشش پولیس کے ذریعے کرتے۔ یہاں آکر سیدھے پولیس اسٹیشن آتے، رپورٹ درج کرواتے اور سب کچھ پولیس پر چھوڑ کر ایک طرف بیٹھ جاتے۔ ایک دو دن کے اندر مجرم پکڑا جاتا اور وہ وجہ بھی سامنے آجاتی۔"

"لیکن انھوں نے پولیس کے کام میں بالکل کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جنابِ والا۔ وہاں تو اس سلسلے میں ابھی پولیس پہنچی بھی نہیں تھی۔ کام میں رکاوٹ کس طرح پڑ گئی؟"

"اس طرح کہ ہماری اس ریاست میں تفتیش کا کام کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔"

"اوہ اچھا۔ کمال ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں! اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟" مجسٹریٹ نے انھیں گھورا۔

"اگر آپ کا قانون یہی ہے۔ تو آپ کی پولیس اپنے قانون پر خود عمل نہیں کر رہی۔"

"وہ کیسے؟" مجسٹریٹ نے چونک کر کہا۔ تھانے دار بھی انھیں گھورنے لگا۔

"وہ ایسے جناب کہ۔ پولیس نے راڈیا کے بھائی کاڈیا کو گرفتار نہیں کیا۔ کیا اس نے اپنے بھائی کے کیس پر خود کام نہیں کیا۔ اگر اس کا بھائی ریاست سے غائب تھا تو اسے چاہیے تھا، پولیس میں رپورٹ درج کراتا اور گھر بیٹھ رہتا، لیکن یہ ریاست سے باہر گیا اور ان لوگوں کو لے کر ریاست میں آیا جن کے ہاں اس کے بھائی کی موت واقع ہوئی تھی۔ آخر پولیس نے اسے گرفتار کیوں نہیں کیا؟"

عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ مجسٹریٹ نے فوراً تھانے دار کی طرف دیکھا:

"اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟"

"ابھی گرفتار کر لیتے ہیں سر۔ وہ عدالت میں ہی موجود ہے۔" تھانے دار بولا۔

"نہیں۔ اب نہیں۔ اب ان لوگوں کو رہا کرنا ہوگا اور وارننگ دینا ہوگی۔ ساتھ ہی کاڈیا کو وارننگ دے دو۔" مجسٹریٹ نے کہا۔

ان کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں۔ انسپکٹر جمشید بغور تھانیدار کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہاں انھیں کوئی غصہ نظر نہ آیا۔ بلکہ اطمینان اور سکون ہی نظر آیا۔ وہ

کاڈیا کے ساتھ گھر آئے اور بند کمرے میں بیٹھ گئے:

"اس کمرے میں بات چیت کرنا تو خلافِ قانون نہیں ہوگا نا؟"

"جی نہیں — آپ صرف پبلک مقامات پر کوئی تفتیش نہیں کر سکتے۔"

"گویا گھر کے اندر پوچھ تاچھ کر سکتے ہیں؟"

"ہاں!" وہ بولا۔

"آپ نے راڈیا کی کلائی پر گھڑی دیکھی تھی؟"

"نہیں! اس کی اپنی گھڑی تھی — وہ دیکھتے رہے ہیں ہم تو۔"

"کیا گھر سے اس کی گھڑی ملی تھی؟"

"ہم نے تلاش نہیں کی۔"

"مہربانی فرما کر تلاش کریں۔ شاید مل جائے۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گیا، گھر سے تلاش کرنے کی آوازیں آتی رہیں، آخر کاڈیا ان کے پاس آ کر بولا:

"نہیں جناب! گھر میں کوئی گھڑی نہیں ہے۔"

"آپ نے اس کمرے کی تلاشی تو لی ہی نہیں۔"

"یہ صرف مہمانوں کے لیے کھولا جاتا ہے۔"

"پھر بھی آپ دیکھ لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اس نے اس کمرے کو بھی دیکھا، لیکن گھڑی نہ ملی۔

"اس کا مطلب جانتے ہیں — کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"میں بتاتا ہوں — اس سے اس کی گھڑی کسی بہانے لے لی گئی تھی اور وہ گھڑی اسے دے دی گئی تھی — اس گھڑی میں ضرور کوئی ٹائم بم قسم کی چیز تھی — گھڑی لینے اور دینے کا کام گھر میں نہیں ہوا — اور اس کے بعد وہ ریاست سے نکلا تھا — اب ایک بات بتائیں۔ آپ نے اس کے دشمنوں کو خود اپنی آنکھوں سے گھر کو گھیرا ڈالتے دیکھا تھا؟"

"ہاں بالکل!"

"آپ نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"اطلاع دی تھی۔" وہ بڑبڑایا۔

"لیکن کیسے — دشمنوں نے تو گھیرا ڈالا ہوا تھا اور آپ اسی حالت میں ریاست سے نکل گئے تھے۔"

"ہاں! میں پچھلی طرف سے دو تین مکانوں کی چھتیں

پھاند کر نکلا تھا۔" اس نے بتایا۔

"اوہ!" اُن کے منہ سے نکلا۔

"گویا گھر سے نکل کر آپ سیدھے پولیس کے پاس نہیں آئے۔ بلکہ ہماری طرف آ گئے۔ آپ کو آخر کس طرح یقین تھا کہ آپ کا بھائی صرف اور صرف ہمارے پاس جائے گا۔"

"وہ اکثر آپ کا ذکر کرتا رہتا تھا۔ اور اپنے نامعلوم دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ سے مدد لینے کا خواہش مند تھا۔"

"اس کہانی میں کہیں نہ کہیں زبردست اُلجھن موجود ہے۔ واقعات سیدھے سادے سے لگتے ہیں، لیکن کوئی گھماؤ پھراؤ ہے ضرور۔ خیر ہم دیکھ لیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے تنگ آ کر کہا۔

"مشکل ہے ابا جان۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا مشکل ہے؟" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"ہم یہاں کچھ کر ہی نہیں سکتے تو دیکھ کیا لیں گے۔"

"ہم راڈیا کے قاتل کو ضرور سزا دیں گے۔ چاہے ہمیں تفتیش کرنے دی جائے یا نہ۔"

"آپ کو فوراً گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"پروا نہیں — ہم ابھی اور اسی وقت سے تفتیش کا کام شروع کر رہے ہیں۔ راڈیا کون سے دفتر میں تھا بھلا؟"

"محکمہ داخلہ میں۔"

"ہم ابھی اور اسی وقت اس کے دفتر جا کر پوچھ گچھ شروع کر رہے ہیں۔"

"اور باہر پولیس والے پہلے ہی موجود ہیں، تاکہ آپ لوگوں پر نظر رکھی جا سکے۔"

"کوئی پروا نہیں۔ مجھے ایک تجربہ کرنا تھا، سو میں نے کر لیا۔" انھوں نے کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔

گھر سے باہر دو سادہ لباس والے واقعی موجود تھے۔ انھیں باہر نکلتے دیکھ کر وہ چونک اُٹھے:

"پہلے انھیں چکر دینا ہے۔"

"میں ابھی ان سے کہتا ہوں جا کر۔" فاروق نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ کیا کہنے لگے ہو ان سے؟"

"یہ کہ وہ خود بخود چکر کھا لیں۔ ورنہ ہمارے کھلانے پر بھی تو چکر کھانا پڑیں گے۔"

"حد ہو گئی۔ بلا وجہ کی باتیں کرنے لگتے ہو۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"جاؤ فاروق جاؤ۔ انھیں چکر دے کر آؤ۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

فاروق نے فوراً دوڑ لگا دی۔ دونوں سادہ لباس والے بوکھلا اُٹھے۔ پھر ان میں سے ایک فاروق کے پیچھے دوڑ پڑا:

"چلو محمود۔ تم اس طرف۔"

محمود نے دوسری طرف دوڑ لگا دی۔ دوسرا سادہ لباس والا اس کے پیچھے چلا گیا۔ اب میدان صاف تھا۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا:

"آؤ فرزانہ چلیں۔"

وہ ایک تیسرے راستے پر ہولیے۔ ساتھ میں مسکرا بھی رہے تھے کہ کس قدر آسانی سے نگرانی کرنے والوں سے پیچھا چھڑا لیا، لیکن جُونہی وہ راڈیا کے دفتر کے سامنے پہنچ کر ٹیکسی سے اُترے، ٹھٹک کر رک گئے۔

اُن کی آنکھوں سے اُلجھن جھانکنے لگی۔

سنسنی خیز لمحات

فاروق درمیانی رفتار سے دوڑتا ہوا کافی دُور نکل آیا۔ پھر رک گیا اور سانس لینے لگا۔ تعاقب کرنے والا بھی رک گیا۔ لیکن اس نے نزدیک آنے کی کوشش نہ کی۔ فاروق چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم دوڑ لگا دی۔ اور اس مرتبہ وہ بہت تیزی سے دوڑا، اس قدر تیزی سے کہ سادہ لباس والے سے بہت دُور نکل آیا۔ پھر آگے جا کر رک گیا۔ کئی منٹ بعد سادہ لباس والا وہاں پہنچا تو اسے اطمینان سے کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا:

"تت۔ تم۔ تم عجیب ہو۔"

"جی کیا مطلب۔ مجھ میں عجیب بات کیا ہے؟"

"اس طرح بھاگنے کا کیا مطلب تھا اور جب بھاگ نکلے تو پھر یہاں رک کیوں گئے۔ میں نے اس قدر

تیز دوڑتے — آج تک کسی کو نہیں دیکھا — تم چاہتے تو بہت آسانی سے فرار ہو سکتے تھے — لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ تم یہاں کھڑے ہوئے ہو۔"

"میں دوڑنے کی مشق کر رہا تھا — فرار نہیں ہو رہا تھا — اور میں فرار ہوتا بھی کیوں — کیا میں نے کوئی جُرم کیا ہے؟"

"تب پھر یہ کوئی چال ہو گی — اور ہاں — تمہارے والد ہماری نظروں سے بچ کر کہیں جانا چاہتے ہوں گے — سو تم نے یہ طریقہ اختیار کیا۔"

"آپ کی سوچ کے بارے میں اب میں کیا کہوں — آئیے چلیں۔"

سادہ لباس والے نے بُرے بُرے منہ بنائے اور پھر اس کے ساتھ چل پڑا — جب وہ واپس راڈیا کے گھر کے سامنے پہنچے تو وہاں کوئی نہ تھا —

"شاید باقی لوگ اندر چلے گئے ہیں، پھر مُلاقات ہو گی۔" فارُوق نے مُسکرا کر کہا۔

سادہ لباس والا بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا — فارُوق اندر آیا تو وہاں کوئی نہیں تھا — صرف کاڈیا تھا — کاڈیا نے اسے حیران ہو کر دیکھا:

"آپ کو — اس سادہ لباس والے نے گرفتار نہیں کیا؟"

"وہ بے چارہ بھلا مجھے کیوں گرفتار کرتا؟"

"اور آپ نے اس کی آنکھوں کے سامنے دوڑ لگائی تھی؟"

"وُہ تو میں دوڑ کی مشق کر رہا تھا — آگے جا کر میں سانس لینے کے لیے رک گیا تو وُہ بھی میرے پاس آگیا — میں نے پھر دوڑ لگا دی — وہ پھر دوڑا — آگے جا کر میں پھر رُک گیا — وُہ پھر میرے پاس آ گیا اور ہم دونوں واپس آ گئے۔"

"گویا اب وُہ پھر نگرانی کر رہا ہے۔"

"ہاں! اور اس کا خیال یہ ہے کہ باقی لوگ اندر موجود ہیں — جب کہ اندر میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔"

"اوہ!" وہ حیران رہ گیا۔

عین اس وقت باہر انھوں نے محمود کی آواز سُنی — وہ فوراً دروازے کی طرف دوڑے — باہر محمود اور دوسرا سادہ لباس والا آ چکے تھے —

"ارے — یہ کیا ہے — تم تو کہتے تھے — دوڑ کی مشق کر رہے ہو۔"

"اور میں نے غلط نہیں کہا تھا — میں دوڑ کی مشق ہی کر رہا تھا۔"

"اور یہ — یہ تمہارا بھائی۔"

"اس کی اس سے پوچھو۔"

"میں بھی دوڑ کی مشق کر رہا تھا۔" محمود نے کہا۔

"تمہاری بہن اور تمہارے والد کہاں ہیں؟"

"وہ بھی کہیں مشق کرنے گئے ہوں گے۔"

"ہم سے بڑی غلطی ہوئی — یہاں کم از کم چار سادہ لباس والے ہونے چاہییں تھے — آؤ انسپکٹر صاحب کو فون کرتے ہیں۔" ایک نے کہا اور دونوں چلے گئے۔

محمود اور فاروق مسکراتے ہوئے اندر کی طرف مڑ گئے — لیکن اچانک وہ ٹھٹک گئے — ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا —

دفتر محکمۂ داخلہ کے دروازے پر پولیس موجود تھی اور اندر بھی پولیس نظر آ رہی تھی — انھوں نے ٹیکسی کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں روکی تھی — اس لیے دو پولیس والے فوراً ان کی طرف بڑھے:

"اپنے کاغذات دکھائیں۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ اندر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں نا؟"

"کیا ہر اندر جانے والے کے کاغذات دیکھے جا رہے ہیں؟" انھوں نے کہا۔

"نہیں — صرف غیر ملکیوں کے۔"

"اوہ اچھا۔" یہ کہہ کر انھوں نے اپنے کاغذات نکال کر ان کے سامنے کر دیے — ان کے نام پڑھ کر وہ زور سے اچھلے:

"آپ کا داخلہ اس عمارت میں بند ہے — اور آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں — اس لیے کہ شاہ برنا تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا اور فرزانہ کو ساتھ لیے وہاں سے ہٹ آئے — ٹیکسی ڈرائیور کو انھوں نے فارغ کر دیا تھا:

"فرزانہ، اب تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔"

"جی — کیا مطلب؟"

"ہمیں شاہ کے آنے سے پہلے پہلے اس عمارت کے اندر داخل ہونا ہے — تاکہ ہم جان سکیں کہ اندر کیا ہونے والا ہے — راڈیا اسی دفتر میں ملازم تھا اور وہ

ہمیں کچھ بتانا چاہتا تھا۔ اندر داخل ہوتے بغیر ہم کس
طرح جان سکیں گے کہ وہ کیا بتانا چاہتا تھا۔"

"لیکن ابا جان! ہم اندر کس طرح داخل ہو سکتے
ہیں بھلا؟"

"جیسے بھی ممکن ہوا۔ ہم اندر جائیں گے۔ تم ذرا
اپنے دماغ کو آواز دو۔" انھوں نے کہا۔

فرزانہ سوچ میں ڈوب گئی۔ اچانک وہ اچھلی اور
پھر اس نے اپنا منہ ان کے کان سے لگا دیا۔ وہ
فرزانہ کی ترکیب سن کر بے ساختہ مسکرا دیے۔ اب وہ
ایک فون بوتھ پر آئے۔ دفتر کے فون نمبر گھمائے۔
فون نمبر وہ کاڈیا سے پوچھ چکے تھے۔ جونہی دوسری طرف
سے ریسیور اٹھایا گیا۔ وہ تھانے دار کی آواز میں بولے:

"میں جالام باغ کے پولیس اسٹیشن کا انچارج بول
رہا ہوں۔ جس نے ان چاروں کو عدالت میں پیش
کیا تھا۔ میری اطلاع یہ ہے کہ ان میں سے ایک
یعنی بڑے والا محکمہ داخلہ کی عمارت کے اندر پہنچ چکا ہے۔"

"یہ ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ابھی ابھی تو ہم نے اسے
اور اس کی بیٹی کو عمارت کے دروازے پر سے
ہٹایا ہے۔"

"یہ لوگ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ آپ
فوراً چیک کر لیں۔ ابھی شاہ برنا کے آنے میں کچھ
دیر ہے۔"

"ہاں! وہ تو ہے۔ خیر۔ ہم چیک کر لیتے ہیں۔"

اور پھر انھوں نے عمارت کے باہر اور اندر زبردست
ہل چل کے آثار دیکھے:

"چلو فرزانہ۔ اب اگلا قدم اٹھائیں۔"

وہ عمارت سے نزدیک ہونے لگے، پھر پاس سے
گزرتے ہوئے ایک پولیس والے پر انھوں نے ہاتھ
ڈال دیا۔

اس وقت تک رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ وہ
ایک عمارت کی اوٹ میں اسے لے آئے۔ کن پٹی پر
لگنے والے ان کے ایک ہی ہاتھ نے اسے بے ہوش کر
دیا۔ اب انھوں نے اس کی وردی اتاری اور اپنے کپڑوں
کے اوپر پہن لی۔ ساتھ ہی اس کی کن پٹی پر ایک ہاتھ
اور مار دیا۔ تاکہ وہ جلد ہوش میں نہ آ سکے۔

"لو فرزانہ۔ اب میں چلا۔ تم باہر رہ کر میرا انتظار
کرو گی۔"

"بہت بہتر ابا جان! لیکن..." فرزانہ گھبرا گئی۔

"لیکن کیا؟" وہ چونکے۔

"اگر آپ پکڑے گئے۔ تو یہاں کا قانون ہماری ایک نہیں سنے گا"۔

"میں جانتا ہوں"۔

"یہاں کا شاہ بھی ہماری بات نہیں مانے گا"۔

"میں یہ بھی جانتا ہوں"۔

"آخر ہم اپنے آپ کو اس قدر بڑے خطرے میں کیوں ڈالیں؟"

"ڈاڈیا کو ہمارے گھر میں ہلاک کیا گیا ہے۔ اگر ہم نے اس کے قاتل کو قانون کے حوالے نہ کیا تو کیا ہم پُرسکون زندگی گزار سکیں گے؟"

"نہیں!" فرزانہ نے کہا۔

"تو بس پھر۔ جب قاتل کو قانون کے حوالے کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ تو پھر ہم ایسا ضرور کریں گے"۔

"لیکن آپ نے شاید غور نہیں کیا"۔ فرزانہ بے چین ہو کر کہا۔

"کس بات پر؟"

"اس پر کہ ہم قاتل کو پکڑ کر قانون کے حوالے کر بھی دیں۔ تو بھی اس ریاست میں ہم پر مقدمہ چلے

گا۔ اس بات پر کہ ہم نے پولیس کے کام کو اپنے ہاتھ میں کیوں لیا"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں۔ اسی لیے تو ہم عدالت میں گئے تھے۔ تاکہ وہاں کے طریقہ کار کو دیکھ سکیں"۔

"تو پھر آخر خود کو بچانے کے لیے ہمارے پاس کون سا راستہ رہ جاتا ہے؟"

"بس فرزانہ تم دیکھتی جاؤ۔ اللہ سے دعا کرو"۔

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ اندر باہر ابھی تک ہل چل مچی تھی۔ یہ ہل چل ان کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی۔ اور وہ باقی پولیس والوں میں آسانی سے شامل ہو گئے، لیکن اب ان کے لیے خطرہ بھی بہت تھا۔ کوئی پولیس والا ان کے چہرے کی طرف دیکھ کر چونک سکتا تھا۔ اس صورت میں ان کے لیے حد درجے خطرہ ہی خطرہ تھا۔ انھوں نے آن کی آن میں عمارت کے اندر کا جائزہ لیا اور اپنے لیے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی، جہاں وہ چھپ سکتے تھے اور کوئی انھیں تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جگہ تھی عمارت کا بُرج۔ اس بُرج میں صرف ایک پہرے دار کھڑا تھا۔ کیونکہ بُرج اونچائی پر تھا۔ وہ سیدھے اس بُرج کی سیڑھیوں پر

پہنچے اور یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ وہاں دروازے
تالا لگا ہوا تھا۔ گویا پہرے دار اس وقت تک بُرج
سے نیچے نہیں آ سکتا تھا، جب تک کہ دُوسرا اس کی
لینے کے لیے نہ آ جاتا۔ اور تالا کھول کر اُوپر نہ چلا
جاتا، پھر یہ جاتے ہوتے باہر سے تالا لگا کر جاتا۔
انھوں نے دائیں بائیں دیکھا۔ کوئی اس طرف متوجہ نہیں
تھا۔ انھوں نے اللہ کا نام لیا اور ماسٹر کی تالے میں داخل
کر دی۔ خدا کی قدرت کہ پہلی ہی کوشش میں تالا کھل
انھوں نے آؤ دیکھا، نہ تاؤ۔ فوراً دروازہ کھول کر اندر
داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا۔

اب ان کے لیے مشکل یہ تھی کہ دوسرا پہرے دار کب
آنے والا تھا۔ انھیں معلوم نہیں تھا۔ دوسرے یہ
دروازے پر تالا نہ دیکھ کر کسی کو شک ہو سکتا تھا۔
لیکن یہ شک صرف دفتر کے مُلازمین کو ہو سکتا تھا
پولیس کو نہیں۔ کیونکہ پولیس والے تو یہاں نہیں ہوتے
تھے۔ ان تمام باتوں پر غور کر کے آخر وُہ دبے پاؤں
اوپر چڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ بُرج پر پہنچ گئے۔
پہرے دار چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔ انھوں نے دبے
پاؤں اس کی کمر پر جا کر اسے دبوچ لیا۔ دُوسرے

وُہ مکمل طور پر ان کی گرفت میں تھا۔ انھوں نے
اس کا بازو کچھ اس طرح مروڑا کہ اس کی جان پر بن
۔ انھوں نے کہا:

"صرف اتنا بتا دو دوست کہ تمھاری جگہ لینے والا
پہرے دار کب آنے والا ہے؟"

"تین گھنٹے بعد۔" اس نے بڑی مشکل سے کہا۔

ساتھ ہی اس کی کن پٹی پر ایک زبردست ہاتھ لگا
اور وُہ بے ہوش ہو گیا۔ یہ ایک ایسا ہاتھ تھا کہ تین
گھنٹے سے پہلے وُہ ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔

ایسے میں انھوں نے نیچے دیکھا۔ نیچے بیرونی دروازے
کی طرف بھگدڑ مچی تھی۔ اور دوسری طرف سے شاہ کی
سواری آ رہی تھی۔ وُہ ایک سنہرے رنگ کی بگھی میں آ
رہا تھا۔

گھڑی پگھل گئی

فرزانہ ان کے اندر جاتے ہی وہاں سے دُور ہٹتی چلی گئی۔ اندر باہر پوری ہل چل مچی تھی۔ ایسے میں اس نے بگل کی آواز سنی۔ بگل کی آواز نے پولیس والوں میں مزید کھلبلی مچا دی۔ وُہ عمارت سے باہر نکل نکل کر سڑک کے دونوں طرف کھڑے ہوتے چلے گئے۔ شاید یہ کام انھیں بہت پہلے کرنا تھا، لیکن اس فون نے ہل چل مچا دی اور وُہ کھڑے نہ ہو سکے۔ ایسے میں عمارت سے بڑے بڑے آفیسرز باہر نکلے۔ تاکہ شاہ کا استقبال کر سکیں۔ ادھر سے شاہ کی بگھی آتی نظر آئی۔ آفیسرز چونکہ سڑک کے عین درمیان میں تھے۔ اس لیے بگھی کو روکنا پڑا۔ شاہ کی تیوریوں پر بل پڑ گئے:

"یہ استقبال کا کون سا طریقہ ہے؟" شاہ کی آواز گونجی۔

فرزانہ نے دیکھا۔ وُہ ایک بھاری بھرکم اور لمبا چوڑا

آدمی تھا۔ اب سب اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اچانک فرزانہ کی نظر ایسے میں بگھی کے نچلے حصّے پر پڑی۔ وہ زور سے چونک اٹھی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا آئی۔ تیر کی طرح سڑک کی طرف بڑھی۔ سڑک پر کھڑے سپاہیوں کے درمیان میں تھوڑی سی جگہ تھی۔ اگر وہ ان کے درمیان سے اس طرح نکل جاتی کہ سپاہیوں کو پتا نہ چلتا۔ تو وہ بگھی کے نیچے چھپ سکتی تھی۔ اور اس طرح عمارت کے اندر جا سکتی تھی۔ اگرچہ انسپکٹر جمشید نے اسے اس قسم کی کوئی ہدایت نہیں دی تھی، لیکن اب تو اس کے جی میں یہ بات آ گئی۔ وہ دو سپاہیوں کے درمیان سے نکل گئی اور بگھی کے نیچے چھپ گئی۔ سپاہی چونکہ صرف شاہ کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس لیے انھیں پتا نہ چل سکا۔ ادھر آفیسرز شاہ سے بات کر رہے تھے:

"سر! ان حالات میں آج کا پروگرام کینسل کرنا ضروری ہے۔ آخر ہم خطرہ کیوں مول لیں۔ پہلے اس پر قابو کیوں نہ پایا جائے۔"

"اطلاع کس طرح ملی؟"

"کالام پور کے پولیس اسٹیشن انچارج سے۔"

"اسے کس طرح اطلاع ملی؟"

"یہ ہم نے نہیں پوچھا۔"

"پوچھیں — میں پروگرام کینسل نہیں کر سکتا — عوام میرے بارے میں کیا خیال قائم کریں گے۔"

"او کے سر۔"

آفیسرز ایک طرف ہٹ گئے — بگھی چلنے لگی — جلد ہی بگھی عمارت میں داخل ہو گئی — بگھی مقررہ جگہ پر کھڑی کر دی گئی — شاہ کو ہاتھوں ہاتھ نیچے اتارا گیا — اور پھر اسے ایک سجی سجائی جگہ کی طرف لے جایا جانے لگا — وہاں کرسیاں بچھی تھیں — ایسے میں ایک شخص تیز تیز چلتا شاہ کے نزدیک ہوا اور اس کے کان میں کچھ کہا — شاہ اچھل پڑا، پھر اس نے کچھ کہا — فرزانہ ابھی بگھی کے نیچے تھی — اسے باہر نکلنے کا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا، کیونکہ آس پاس سے لوگ گزر رہے تھے؛ تاہم اس آدمی کو فرزانہ نے شاہ کے نزدیک آتے اور کان میں کچھ کہتے دیکھا تھا — پھر شاہ کے ہونٹ ہلتے دیکھے تھے — جلد ہی شاہ کے سامنے مائیک لا کر رکھ دیا گیا اور اس کی آواز پوری عمارت میں گونجنے لگی:

"میری اطلاعات یہ ہیں کہ دو غیر ملکی جاسوس اس عمارت میں داخل ہو چکے ہیں — دوسرے کی اطلاع تو ابھی ملی ہے، لیکن ایک کے داخل ہونے کی اطلاع پہلے ملی تھی — مجھے مشورہ دیا گیا تھا کہ آج کا یہ پروگرام کینسل کر دوں، لیکن میں کوئی بزدل آدمی نہیں ہوں، لہٰذا میں نے پروگرام کینسل کرنے سے انکار کر دیا اور یہاں آ گیا — آتے ہی دوسرے غیر ملکی جاسوس کے اندر داخلے کی اطلاع ملی — اب انہیں تلاش کرنا آسان ہو گیا ہے، لیکن تلاشی کا کام اب صرف پولیس کرے گی — باقی مہمان اب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں گے — کیونکہ ہو سکتا ہے — وہ جاسوس کسی مہمان کے بھیس میں ہوں — سب لوگ پُر سکون انداز میں بیٹھے رہیں — پولیس اپنا کام بہت جلد مکمل کرے گی اور اس کے بعد ہم اپنا پروگرام شروع کر سکیں گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی فرزانہ کے بدن میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی — اُدھر انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے کہ وہ تو اکیلے اندر داخل ہوئے تھے — یہ دوسرا کون اور کیسے اندر آ گیا؛ تاہم ان کی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا — خطرہ تھا تو صرف یہ کہ برج کے زینے پر تالا

تھا کہ پولیس کہیں اس طرف متوجہ نہ ہو جائے —
انھوں نے نیچے چاروں طرف دیکھا — تاکہ اپنے دوسرے
ساتھی کو دیکھ سکیں — برج اس طرح بنایا گیا تھا
کہ وہ نیچے ہر جگہ کو بخوبی دیکھ سکتے تھے — انھیں
حیرت تھی کہ ان کا دوسرا ساتھی — جو ان کے خیال
میں فرزانہ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا — وہ
کہاں ہے — اچانک انھیں بگھی کا خیال آیا — فرزانہ
صرف اور صرف بگھی کے ذریعے اندر آ سکتی تھی —
اب جو انھوں نے بغور بگھی کا جائزہ لیا — تو یقین
سا ہو گیا — فرزانہ ضرور اس کے نیچے ہے — انھیں
غصہ بھی آیا اور دل میں مسکرائے بھی — وہ فرزانہ کو
ایسی کوئی ہدایت نہیں دے کر آئے تھے — جو کچھ کیا
تھا ، اس نے اپنی مرضی سے کیا تھا — اس بات پر تو
انھیں غصہ آیا ، لیکن جس طرح وہ اندر داخل ہوئی
تھی — اس پر وہ مسکرائے ، پھر جلد ہی ان کا غصہ
دور ہو گیا اور فرزانہ پر پیار آنے لگا —

ادھر پولیس دھڑا دھڑ تلاشی لے رہی تھی — اچانک
ان کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ، کیونکہ پولیس
اب بگھی کی طرف بڑھ رہی تھی — دیکھتے ہی دیکھتے

بگھی کو گھیرے میں لے لیا گیا :

" اے لڑکی — نیچے سے نکل آؤ — تمھیں دیکھ لیا
گیا ہے "

" کمال ہے — آپ کو بگھی کا خیال کس طرح آ گیا "
فرزانہ کی آواز سنائی دی -

" بگھی ہی ایک ایسی چیز تھی — جس کے ذریعے کوئی
اندر آ سکتا تھا "

" پھر بھی حیرت ہے — بہت جلد تم لوگ اس نتیجے پر
پہنچ گئے "

" تمھارا ساتھی کہاں ہے ؟"

" میں ان کے بارے میں نہیں جانتی کہ کہاں ہیں "

" کوئی بات نہیں — اب اسے فوراً سامنے آنا پڑے گا "

ان الفاظ کے ساتھ ہی فرزانہ کی کن پٹی سے ایک
بڑا سا پستول آ لگا :

" اس لڑکی کا ساتھی جہاں کہیں بھی ہے — فوراً خود کو
ظاہر کر دے — ورنہ ہم اس کے بھیجے میں سوراخ کر
دیں گے "

" ابا جان ! آپ خود کو ہرگز ظاہر نہ کریں — جہاں چھپے
ہیں ، چھپے رہیں — یہ لوگ مجھے گولی نہیں ماریں گے — اور

مارتے ہیں تو مار دیں — موت کا ایک دن مقرر ہے — وہ اپنے مقررہ وقت پر آکر رہے گی۔"

"نہیں فرزانہ — میں بلا وجہ تمہاری موت کا خطرہ کیوں مول لوں — یہ لوگ تو ویسے بھی مجھے تلاش کریں گے۔" انسپکٹر جمشید کی آواز گونجی۔

سب کی نظریں اوپر اُٹھ گئیں — مُنہ مارے حیرت کے کُھل گئے — آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں — ادھر انسپکٹر جمشید سر سے پولیس کی ٹوپی اتار چکے تھے — جس کی وجہ سے ان کا چہرہ اب بالکل صاف نظر آ رہا تھا —

"بہت خوب ! یہ لوگ تو واقعی بہت کاری گر ہیں — ایک بگھی کے نیچے چھپا ہوا مل گیا، دُوسرا بُرج پر چڑھا ہوا — حیرت ہے — کمال ہے — ویسے یہ لوگ ہیں کون ؟"

"سر — یہ انسپکٹر جمشید ہیں — اور یہ ان کی بیٹی فرزانہ ہے — انسپکٹر جمشید ہماری ریاست میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے تھے — ان پر مقدمہ بھی چلایا گیا ہے — لیکن عدالت سے انھیں بَری کر دیا گیا۔"

"وہ کیوں ؟" شاہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انسپکٹر جمشید ایک بہت اچھے وکیل بھی ہیں — انھوں

نے قانونی داؤ پیچ کھیل کر خود کو اور اپنے بچوں کو بَری کرا لیا، لیکن اب یہ اس طرح پھنسے ہیں کہ ہرگز بچ نہیں سکتے۔"

"ہماری ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے — سوال یہ ہے کہ یہ ہماری ریاست میں کیوں داخل ہوئے ہیں ؟ قانونی طور پر بھی تو آ سکتے تھے۔"

"ان باتوں کا جواب تو انسپکٹر جمشید بہتر دے سکیں گے جنابِ والا۔"

"آپ نیچے آ جائیں — آپ کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا جائے گا — اور نہ آپ کی بچّی سے۔"

"شکریہ جنابِ والا۔" انھوں نے کہا اور نیچے آ گئے۔

"کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ اس پُراسرار انداز میں ہماری ریاست میں کیوں داخل ہوئے اور اب اس عمارت میں کیوں نظر آ رہے ہیں ؟"

"راڈیا جنابِ والا۔" وہ بولے۔

"راڈیا — کیا مطلب ؟"

"آپ اس وقت جس دفتر میں موجود ہیں — وہ اسی دفتر میں ملازم تھا — اسے کوئی خاص بات معلوم ہوئی تو وہ سیدھا ہمارے ہاں آیا — اس وقت

میں گھر میں نہیں تھا۔ صرف بچے تھے یا ان کی والدہ۔
اس نے بچوں سے ملاقات کی۔ اس کے ہاتھ میں
ایک گھڑی بندھی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بتاتا۔
گھڑی پگھل گئی۔"

"کیا کہا۔ گھڑی پگھل گئی"؛ شاہ نے حیرت زدہ انداز
میں کہا۔

"ہاں جناب! گھڑی پگھل گئی اور اس کے ساتھ ہی
ہلکا سا دھماکا ہوا اور راڈیا مر گیا۔ اس کے بعد اس
کا بھائی وہاں پہنچا اور بھائی کی لاش دیکھ کر ساکت
رہ گیا۔ ان حالات میں میرے بچے راڈیا کے بھائی
کاڈیا کے ساتھ یہاں آ گئے۔ تاکہ اس قتل کا سراغ
لگا سکیں۔ لیکن یہاں انھیں گرفتار کر لیا گیا، کیونکہ
یہاں کے قانون کے مطابق تفتیش صرف یہاں کی پولیس
کر سکتی ہے۔ اور مجھے جب حالات کا علم ہوا تو میں بھی
یہاں آ گیا۔ لیکن کاغذات ہم نے نہیں بنوائے تھے،
مجھے غیر قانونی طور پر داخل ہونے کی بنا پر گرفتار کر
لیا گیا۔ بعد میں میرے دلائل کی بنیاد پر ہمیں رہا
کر دیا گیا۔ لیکن۔ ہم چونکہ راڈیا کے قتل کا سراغ
لگائے بغیر نہیں جا سکتے تھے، لہٰذا آپ کو یہاں نظر

آ رہے ہیں۔"

"لیکن کیوں۔ یہ کام آپ کا نہیں۔ پولیس کا ہے۔
آپ کو چاہیے تھا۔ جب آپ کو یہاں کا قانون
بتا دیا گیا۔ تو پھر آپ فوراً یہاں سے نکل جاتے۔
یا کم از کم قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیتے۔"

"جی بس۔ اب تو غلطی ہو گئی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں آپ کو رہا کرنے کا اختیار
نہیں رکھتا۔ یہ کام عدالت کا ہے۔"

"کوئی بات نہیں جناب! آپ ہمیں عدالت میں
بھجوا دیں۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" شاہ نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال
دی گئیں۔ انھیں اسی وقت عمارت سے باہر لے
جایا گیا اور پولیس کی ایک بند گاڑی میں بٹھا دیا
گیا، پھر گاڑی چل پڑی۔

"مجھے افسوس ہے ابا جان۔ یہ سب میری وجہ
سے ہوا۔"

"غلط خیال ہے تمھارا۔" انسپکٹر جمشید نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"جی کیا مطلب؟"

"تم اندر نہ داخل ہوتیں۔ تو بھی مجھے گرفتار کر لیا جاتا۔"

"وہ کیسے؟"

"ہمارے ذریعے سے جو اطلاع ان لوگوں کو ملی تھی۔ اس اطلاع کے بعد شاہ کو بھی ایک عدد اطلاع کان میں دی گئی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے پورے یقین سے تلاشی شروع کی تھی۔ بلکہ وہ فوراً ہی بگھی تک پہنچ گئے تھے اور فرزانہ میں بتاؤں، اگر تم اندر نہ آتیں تو وہ برج کو بالکل اسی طرح گھیرے میں لیتے، جس طرح بگھی کو انھوں نے گھیرا تھا۔ اس لیے کہ انھیں پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ میں برج پر موجود ہوں۔"

"ن۔ نہیں۔ آخر کیسے؟"

"میں ابھی پوری طرح اندازہ نہیں لگا سکا، لیکن بہت جلد میں بہت بڑے بڑے اندازے لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"چلیے خیر۔ کوئی بات نہیں۔"

ان کی گاڑی رکی۔ پچھلا دروازہ کھولا گیا:

"نیچے اتر آئیں۔ آپ کو عدالت تک لے جانا ہے۔"

"اوہو۔ اس وقت۔"

"ہاں! ہمارے ہاں عدالتیں بھی دن رات کام کرتی ہیں۔"

"اچھا۔ کمال ہے۔"

جونہی وہ عدالت کے کمرے میں داخل ہوئے، زور سے اچھلے۔

پھر وہی

کمرے میں ایک خوف ناک آدمی موجود تھا — اس کے دائیں ہاتھ میں ایک خوف ناک کلاشن کوف تھی، بائیں ہاتھ میں ایک لمبا سا خنجر تھا — اس کے چہرے پر شیطانیت سی طاری تھی — آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی۔

"مجھے کنگ کہتے ہیں — اس ریاست کا کنگ"۔ اس کے ہونٹ ہلے —

"مطلب یہ کہ آپ یہاں کے بادشاہ ہیں"۔

"ان معنوں میں نہیں، جن میں تم کہ رہے ہو — میں بادشاہ ضرور ہوں، لیکن ریاست کا نہیں — ہاں جرائم کی دنیا میں مجھے کنگ ضرور کہا جاتا ہے — تم راڈیا کے قاتل کی تلاش میں ہو نا؟"

"ہاں! بالکل"۔ انھوں نے چونک کر کہا —

"اچھا تو پھر غور سے سُن لو — راڈیا کا قاتل میں ہوں — اگر تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو تو بگاڑ لو"۔ اس نے فخر کے عالم میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ آپ نے اسے کیوں ہلاک کیا؟"

"ہمارے راستے کی دیوار بن گیا تھا وہ — اور اب تم بن رہے ہو، لہٰذا میں تمہیں بھی گرانے کے لیے آ گیا ہوں"۔

"اگر بات صرف اتنی ہے تو ہم خود بخود گر جاتے ہیں، آپ کیوں زحمت کریں گے — آؤ بھئی گریں"۔

"خبردار! گرنے ورنے کی کوشش نہ کرنا — میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں"۔

"اوہو اچھا — لیکن وہ کیسے — آپ تو اس ریاست کے کنگ ہیں — ہمارے ملک کے تو نہیں"۔

"ہوں تو کنگ نا — معلومات رکھتا ہوں"۔

"آپ کیا کام کرتے ہیں — راڈیا سے آپ کو کیا خطرہ تھا؟"

"اس نے ہمارے کچھ راز حاصل کر لیے تھے"۔

"اوہ — مطلب یہ کہ آپ کے گروہ کے"۔

"ہاں! اگر ہم اسے ہلاک نہ کرتے تو پھر وہ ہمارے

لیے پھانسی کا پھندہ بن جاتا۔"
"لیکن کس طرح ۔ وہ ہمارے پاس کیوں گیا تھا ۔
کیا وہ یہ بات نہیں جانتا تھا کہ ہم یہاں کے قانون
کے مطابق اس کے کیس پر کام نہیں کر سکیں گے۔"
"وہ ضرور جانتا ہو گا، لیکن موت کے خوف نے
اس کی عقل مار دی ہو گی ۔ کہ وہ سوچے سمجھے بغیر تم
لوگوں کی طرف بھاگ گیا ۔ اور تم لوگوں کے لیے مصیبت
بن گیا ۔ اب تم جاؤ اس دنیا سے۔" ان الفاظ کے ساتھ
ہی اس کی انگلی ٹریگر پر دباؤ ڈالنے لگی ۔ پھر اس سے
پہلے کہ ٹریگر دبتا ۔ وہ زمین پر لوٹ لگا گئے ۔
گولیاں دیوار سے ٹکرائیں ۔ ادھر وہ اس خوف ناک آدمی
سے بری طرح ٹکرائے ۔ اس کے قدم اکھڑ گئے ۔ اسی پر
ان دونوں نے بس نہیں کی ۔ بلا کی تیزی سے اٹھے
اور اس کے سینے پر ٹکریں رسید کر دیں ۔ دونوں کے سر
ایک ساتھ اس سے ٹکرائے ۔ وہ دھڑام سے گرا اور
کلاشن کوف دور جا گری ۔ اس سے پہلے کہ وہ کلاشن کوف
کی طرف چھلانگ لگاتا ۔ فاروق لڑھکتا ہوا اس تک
پہنچ گیا ۔ اور اسے اٹھاتے ہوئے کمرے کی دیوار تک
چلا گیا ۔ دیوار سے ٹکراتے ہی وہ اٹھ گیا :

"مسٹر کنگ ! اب تم ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"
"لیکن مشکل میں تو پھر بھی تم ہی پھنسو گے ۔ اس لیے
کہ اس ملک کا قانون تمہارا ساتھ نہیں دے گا ۔ رہ
گیا میں ، میں جیل کاٹنے کا عادی ہوں ۔ ایک بار اور
سہی ۔ جلد ہی میرے مددگار مجھے جیل سے باہر نکلوا
لیں گے ۔ اب تم سوچ لو ، کیا کرنا ہے اور کیا نہیں
کرنا۔" کنگ بولا۔
"صرف اور صرف یہ بتا دو ۔ راڈیا کو کیوں ہلاک
کیا گیا؟"
"بتایا تو ہے ۔ وہ ہمارے راستے کی دیوار بن گیا تھا۔"
"سوال یہ ہے کہ کیسے؟"
"یہ نہیں بتا سکتا۔"
"اگر ہم نے یہ پوچھے بغیر آپ کو جانے دیا تو پھر
ہمارا کیا فائدہ ۔ محمود نے منہ بنایا۔
"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔
"مجرم تو ہم اس ریاست کے بن ہی چکے ہیں ۔ اگر
ہم تمہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیں تو ہمارے جرم میں
اور کتنا اضافہ ہو جائے گا۔"
"بہت زیادہ ۔ اس وقت تک کے جرم کی سزا

دو یا تین سال اور قتل کی سزا عمر قید یا پھانسی۔" اس نے کہا۔

"ہمیں ڈرانے کی کوشش نہ کریں اور ہم نہ ڈرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"تو پھر مجھے گولی مار کر دیکھ لو۔" اس نے منہ بنایا۔

"ہمارے پاس اس کے علاوہ بھی راستے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہم آپ کو گولی ہی ماریں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم آپ کے پیروں پر بھی گولی مار سکتے ہیں۔"

"اس صورت میں بھی تم لوگوں کو آٹھ دس سال سے کم سزا نہیں ہو گی۔"

"تو بڑے بھائی۔ تم ہمیں ایسا کرنے پر مجبور ہی کیوں کرتے ہو۔ راڈیا کے قتل کے بارے میں سب کچھ بتا دو۔"

"سوری۔ لاؤ میری کلاشن کوف مجھے دو۔ میں زیادہ سے زیادہ نرم سلوک تم لوگوں سے کروں گا۔"

"مثلاً..." محمود نے کہا۔

"بس میں تم لوگوں کو پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

"اور ہمارا جرم کیا بتائیں گے؟"

"عدالت کی وارننگ کے باوجود تم لوگ ابھی تک راڈیا کے چکر میں ہو۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔ اس بات کا اقرار تو ہم عدالت کے سامنے بھی کریں گے۔ خیر ہم بھی تم سے نرم سلوک کریں گے۔ دیوار سے منہ لگا کر کھڑے ہو جاؤ۔" محمود نے سرد آواز میں کہا۔

"کیا۔ کرنے کا ارادہ ہے؟" اس نے کانپ کر کہا۔

"میں نے کہا ہے۔ دیوار سے منہ لگا کر کھڑے ہو جاؤ۔ ہاتھ دیوار سے لگا دو۔"

وہ دیوار سے لگ گیا۔ فاروق نے آگے بڑھ کر اس کی ٹائی کھولی اور پھر اسے ہاتھ کمر کے پیچھے لانے کے لیے کہا۔ جلد ہی فاروق اس کے ہاتھ باندھ چکا تھا۔ ہاتھوں کے بعد اس کے پیروں کی باری آئی، پیروں کے لیے رسی اس گھر سے مل گئی۔

"اب آپ یہاں آرام کریں۔ ہم ذرا اپنے ابا جان اور اپنی بہن سے مل کر آتے ہیں۔"

"اور باہر کھڑے سادہ لباس والوں کا کیا کرو گے؟"

"ہم انھیں چکر دے دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہمیں امید ہے۔ ہماری واپسی تک آپ بے حس و حرکت

پڑے رہیں گے اور کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ آپ کے بارے میں درست فیصلہ ہمارے والد صاحب کریں گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دونوں باہر نکل آئے۔ جونہی وہ سڑک پر آئے۔ دونوں سادہ لباس والے ان کے سامنے آ گئے:

"کہاں کا ارادہ ہے؟"

"بس ذرا اپنے والد صاحب اور بہن صاحبہ کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ شاید وہ راستا بھول گئے ہیں۔"

"اب کہیں تم بھی راستا نہ بھول جاؤ۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ گھر میں رہو۔" ان میں سے ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔ مجبوری ہے۔ بے شک آپ دونوں بھی ہمارے ساتھ ہی چلیں۔"

"وہ تو ہمیں جانا ہی ہو گا۔ ہماری تو ڈیوٹی ہے۔" دوسرا بولا۔

"تو پھر آ جائیں۔ بلکہ ہمیں آپ اپنی گاڑی میں لے چلیں۔"

"گاڑی ہمارے لیے ہے۔ تمہارے لیے نہیں۔ تمہیں جہاں جانا ہے۔ جاؤ۔"

دونوں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور روانہ ہو گئے:

"کہاں چلنا ہے جی؟"

"دفترِ وزارتِ داخلہ۔"

"اس طرف تو آج جانا بہت مشکل ہے۔ آپ کو بہت دور اتارنا پڑے گا۔" اس نے بتایا۔

"کیوں؟" وہ چونکے۔

"وہاں آج شاہ برنا پہنچ رہے ہیں۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے، پھر محمود نے کہا:

"کچھ بھی ہو۔ آپ چلیں۔ جہاں اتار سکتے ہیں، اتار دیجیے گا۔"

"او کے۔" ڈرائیور بولا۔

ابھی انھیں روانہ ہوئے چند منٹ ہوتے ہوں گے کہ ایک چوک پر ان کی ٹیکسی کو روک لیا گیا۔ پولیس والے راستا روکے کھڑے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ ہمیں وہاں نہیں پہنچنے دیں گے۔" محمود بڑبڑایا۔

"اللہ مالک ہے۔" فاروق بولا۔

"باہر تشریف لے آئیں۔" ایک پولیس آفیسر نے ٹیکسی کا دروازہ کھول کر کہا۔

دونوں باہر آ گئے۔

"یہاں تک ٹیکسی کا جو کرایہ بنتا ہے۔ وہ ادا کر دیں۔"

"کیوں۔ کیا ہمیں یہاں سے آپ لوگوں کے ساتھ جانا ہے؟"

"ہاں۔ بالکل۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ آپ کی ریاست ہے۔ جو چاہیں، کر سکتے ہیں۔ کبھی ہمارے ملک میں آئے تو بتائیں گے آپ کو۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"ضرور ضرور۔ کیوں نہیں۔"

انھوں نے کرایہ ادا کر دیا۔ اب انھیں پولیس کی گاڑی میں بٹھایا گیا۔ اور گاڑی چل پڑی۔

"کچھ بتا تو دیں۔ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

"عدالت۔"

"عدالت۔ ارے مگر۔ اب تو رات ہے۔"

"یہاں عدالتیں دن رات کام کرتی ہیں۔ انصاف ہر وقت ملتا ہے۔"

"تب آپ کی ریاست بہت اچھی ہے۔ ہم یہیں رہنا پسند کریں گے۔"

"ضرور! ہم بھی آپ کی میزبانی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔"

"ارے۔ وہ کیسے؟"

"کنگ نامی ایک شخص پر کلاشن کوف تانی۔ پھر اسے باندھ کر ایک کمرے میں بند کر کے آ گئے۔"

"اوہو! تو کیا اتنی جلدی اس کے بارے میں پتا چل گیا؟"

"ہاں! کنگ کا کوئی ساتھی اس کی نگرانی پر مقرر تھا، اس نے پولیس کو اطلاع دی اور کنگ کو بندھی ہوئی حالت میں ہی پولیس نے پایا۔ اس کے بیان کی روشنی میں آپ کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ اور عدالت میں پیش کیا جا رہا ہے۔"

"اچھا بھائی۔ جو آپ کے جی میں آتا ہے۔ کر لیں۔"

گاڑی چلتی رہی۔ یہاں تک کہ عدالت کے سامنے رُکی، انھیں نیچے اتارا گیا اور پھر اندر لے جایا گیا۔ جونہی وہ کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے۔ زور سے چونکے۔ وہاں انسپکٹر جمشید اور فرزانہ ہتھکڑیاں پہنے نظر آئے۔

"لیجیے۔ آپ تو ہم سے بھی پہلے یہاں موجود ہیں۔ آپ تو وزارتِ داخلہ کے دفتر گئے تھے۔"

"ہاں! گئے تھے۔ یہ لوگ ہمیں وہاں سے ہی لائے ہیں۔"

"چلیے پھر تو مبارک ہو۔ ہم بھی ساتھ مل گئے۔"

"لیکن تم کیسے پہنچے؟"

انھوں نے کہانی سُنا دی۔

"معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ ہمیں پھانس کر رہیں گے۔"

انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"نظر یہی آتا ہے۔"

اس وقت عدالت میں مجسٹریٹ صاحب موجود نہیں تھے۔ یہ وُہی کمرہ تھا۔ جس میں انھیں پہلے پیش کیا جا چکا تھا۔

اچانک مجسٹریٹ صاحب اندر داخل ہوئے۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ یہ مجسٹریٹ بھی وہی تھے۔

سزا

"یہ کیا۔ یہ تو وہی لوگ ہیں۔"

"جی ہاں! یہ لوگ نرمی کے گاہک نہیں ہیں۔ آپ نے ان کے ساتھ نرم سلوک کیا۔ اور یہ اور سر پر چڑھ گئے ہیں۔"

"اب انھوں نے کیا کیا؟"

"اس بار ان کے کارنامے سُن کر تو آپ حیران رہ جائیں گے۔"

"سنائیں۔ میں سُن رہا ہوں۔"

پہلے انسپکٹر جمشید اور فرزانہ کا کارنامہ بیان کیا گیا، پھر محمود اور فاروق کا۔

"آپ کو ان واقعات کے بارے میں کچھ کہنا ہے، یہ سب باتیں درست ہیں یا غلط؟"

"جی۔ بالکل درست۔"

"شکریہ! الزام ثابت ہو گیا — دو سال قید چاروں کو اور ہاں بامشقت۔"

"شکریہ سر — لیکن ہمارے خیال میں آپ نے ان کے ساتھ ایک بار پھر نرمی کا سلوک کیا ہے۔"

"نہ جانے کیا بات ہے — انھیں دیکھ کر سزا سنانے کو دل نہیں کرتا — یہ سزا بھی دل پر جبر کر کے سنائی ہے۔" مجسٹریٹ صاحب بولے۔

"جیسے آپ کی مرضی۔ آپ کی عدالت میں پیش کرنے سے ہمارا ایک خاص مقصد تھا۔" سرکاری وکیل نے کہا۔

"کیا مطلب؟" مجسٹریٹ صاحب چونک کر بولے۔

"یہ لوگ جیل میں رہنے کے عادی نہیں ہیں۔ میرا مطلب ہے — یہ آرام سے سزا پوری نہیں کریں گے — اور مجھے اُمید ہے — بہت جلد انھیں پھر آپ کی عدالت میں پیش کرنا پڑے گا — مطلب یہ کہ اب ان پر جیل سے بھاگنے کا مقدمہ بننے والا ہے۔"

"اوہ نہیں — میں انھیں یہ مشورہ نہیں دوں گا۔ انھیں چاہیے — دو سال پورے کر لیں — اس میں ان کی بہتری ہے۔"

"آپ دیکھ لیجیے گا — یہ آپ کی ہدایت بھی نہیں

مانیں گے۔"

"اگر ایسا ہے تو یہ اپنے حق میں بُرا کریں گے، اس صورت میں یہ سات سال سے کم سزا نہیں پائیں گے۔"

"اور سات سال کی سزا بھی یہ جیل میں نہیں کاٹیں گے — یہ پھر فرار ہوں گے۔"

"یہ آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"

"اس لیے کہ میں ان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔"

"اگر انھوں نے ایسا کیا تو انھیں اعلیٰ عدالت میں پیش کیا جائے گا اور انھیں تاعُمر قید کی سزا ہوگی۔"

"اس صورت میں بھی یہ فرار ہوں گے۔"

"اگر یہ اس صورت میں بھی فرار ہوں گے تو انھیں فوری طور پر گولی مارنے کا حکم عدالت دے گی، تم فکر نہ کرو۔"

"یہی میں کہنا چاہتا تھا جنابِ والا — کہ آپ یہ حکم ابھی دے دیں۔"

"یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے — ابھی انھوں نے وہ جُرم نہیں کیے، جن کا ذکر تم کر رہے ہو۔" مجسٹریٹ صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"لیکن ہمارے حق میں بہتر یہی ہے۔"

"نہیں نہیں۔ یہ انصاف کا خون ہو گا اور ہماری ریاست میں کم از کم انصاف کا خون نہیں کیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ یہ غیر ملکی ہیں۔ ان کو اگر اس طرح سزا دی گئی تو پوری دنیا میں یہ بات پھیلا دی جائے گی اور ہماری ریاست بری طرح بدنام ہو جائے گی۔ کیا تم چاہتے ہو۔ ہماری ریاست پوری دنیا میں بدنام ہو جائے۔ کیونکہ تم بتا چکے ہو۔ یہ لوگ بہت مشہور و معروف ہیں" مجسٹریٹ صاحب نے کہا۔

"جی ہاں! یہ تو خیر ہے"

"بس تو پھر میں اس سے زیادہ سزا انھیں نہیں دے سکتا" مجسٹریٹ صاحب بولے۔

"چلو بھئی" ان سے کہا گیا۔

انھیں عدالت سے باہر لایا گیا۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے سرکاری وکیل سے کہا:

"میں بہت جلد آپ کی خواہش پوری کر سکتا ہوں"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"آپ ہمیں ہر حال میں پھانسی دلوانا چاہتے ہیں نا؟"

"ہاں!" اس کے منہ سے نکل گیا۔

"تو پھر ہمیں فرار کا موقع اسی وقت دے دیں۔

ظاہر ہے۔ ہمیں پکڑ ہی لیا جائے گا۔ آپ فوری طور پر اس سزا کو سات سال میں تبدیل کروا سکیں گے۔ جونہی ہم پھر عدالت سے باہر نکلیں گے۔ آپ ہمیں پھر فرار ہونے کا موقع دے دیں۔ اس طرح ہمیں آج ہی رات عمر قید کی سزا ہو سکتی ہے۔ تیسری بار پھر ہمیں فرار ہونے کا موقع دے دیں۔ اس طرح ہمیں پھانسی کی سزا ہو جائے گی اور یہی آپ کی خواہش ہے" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

سرکاری وکیل اور پولیس آفیسر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ان کے چہروں پر اس قدر حیرت نظر آئی کہ شاید اس سے زیادہ حیرت کی گنجائش ان کے چہروں پر تھی ہی نہیں۔

"خیر تو ہے۔ آپ ضرورت سے کچھ زیادہ حیران نظر آ رہے ہیں؟" فاروق نے بھی ضرورت سے کچھ زیادہ حیران ہو کر پوچھا۔

"اس کی وجہ ان سے نہیں، مجھ سے پوچھو" انسپکٹر جمشید شوخ انداز میں مسکرائے۔

"جی۔ کیا مطلب۔ آپ سے پوچھیں" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! ان کی بجائے مجھ سے پوچھو وجہ۔"

"چلیے پھر آپ بتا دیں۔"

"دراصل ان کا منصوبہ یہی تھا — اسی لیے یہ مجسٹریٹ صاحب کو پہلے ہی پکا کر رہے تھے — ابھی یہ ہمیں فرار ہونے کا موقع دیتے — ہم فرار ہوتے — لیکن آگے پولیس کا جال کچھ اس طرح پھیلایا گیا ہے کہ ہم فرار نہ ہو سکیں — لہٰذا ہمیں گرفتار کر کے پھر اسی عدالت میں اسی وقت پیش کیا جاتا — وہ سات سال کی سزا سنا دیتے — پھر فرار کا موقع دیا جاتا — سزا عمر قید ہو جاتی — پھر فرار کا موقع دیا جاتا — سزا موت کی دے دی جاتی — اور پھر عدالت کے باہر لاتے ہی ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا — یہ تھا ان کا منصوبہ۔"

"لیکن کیوں — آخر یہ لوگ ہمیں موت کے گھاٹ کیوں اتارنا چاہتے ہیں؟"

"یہ بات تم مجھ سے نہیں — ان سے پوچھو — اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ ایسا کیوں چاہتے ہیں۔"

"اوہ! آپ جانتے ہیں۔" محمود، فاروق اور فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"ہاں بالکل۔" وہ بولے۔

"ہرگز نہیں — یہ نہیں ہو سکتا۔" سرکاری وکیل نے چلا کر کہا۔

"کیا نہیں ہو سکتا؟"

"آپ کچھ نہیں جانتے۔"

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا — آپ پوچھ کر دیکھ لیں۔"

"اچھا بتائیں۔"

"ایسے مزا نہیں آئے گا۔"

"تو پھر کیسے مزا آئے گا؟"

"ان مجسٹریٹ صاحب کی موجودگی میں اور شاہ برنا کی موجودگی میں بتا سکتا ہوں — اگر یہ شرط منظور نہیں — تو نہیں بتاؤں گا۔"

"ایک منٹ — صورت حال بہت دلچسپ ہو گئی ہے — پہلے میں شاہ سے بات کرتا ہوں۔" سرکاری وکیل نے کہا۔

"ضرور کریں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

سرکاری وکیل ایک طرف چلا گیا — وہ وہیں پولیس کے گھیرے میں کھڑے رہ گئے —

"آخر یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"صرف اور صرف راڈیا کے قتل کا راز جاننا چاہتا ہوں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

جلد ہی سرکاری وکیل آتے نظر آئے ۔ ان کے چہرے
پر جوش کے آثار تھے:

"شاہ بہت جلد یہیں تشریف لا رہے ہیں۔ مجسٹریٹ
صاحب کو بھی اطلاع دے دی گئی ہے ۔ وہ بھی یہیں
موجود رہیں گے ۔ آپ لوگ ہمارے ساتھ آئیں۔"

"بہت خوب ۔ مجھے حیرت ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"حیرت کس بات پر؟"

"اس بات پر کہ شاہ اس قدر جلد کس طرح تیار ہو
گئے۔" وہ بولے۔

"آپ ہمارے شاہ کو نہیں جانتے۔ انصاف کے تقاضوں
کو پورا کرنا ان کی عادت ہے۔"

"اور آپ کی؟" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمودار ہو گئے۔
جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ وہ اس کے پیچھے چل پڑے:

"آپ ہماری دو سال کی سزا کو زبردستی پھانسی کی
سزا میں تبدیل کروا دینا چاہتے ہیں ۔ یہ انصاف کا
کون سا تقاضا ہے؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا ۔ چہرے پر پسینے کے
قطرات نظر آنے لگے ۔ انھیں ایک ہال میں لایا گیا۔

ہال کے درمیان میں ایک گول میز موجود تھی ۔ انھیں
ایک طرف بٹھا دیا گیا ۔ جلد ہی مجسٹریٹ صاحب آتے
نظر آئے ۔ ان کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آ رہی
تھی ۔ بیٹھتے ہی انھوں نے کہا:

"یہ سب کیا ہے بھئی؟"

"دو سال کی سزا کو سزائے موت میں تبدیل کروانے
کا منصوبہ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ۔ لیکن نہیں ۔ ابھی شاہ کو آ جانے دیں۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔"

ہال میں خاموشی چھا گئی ۔ آخر بگل کی آواز سنائی
تھی ۔ یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ شاہ آ گئے ہیں، پھر
جونہی وہ ہال میں داخل ہوئے ۔ سب لوگ کھڑے ہو
گئے ۔ لیکن انسپکٹر جمشید اور وہ تینوں کھڑے نہ ہوئے۔
اس بات کو سبھی نے بری طرح محسوس کیا ۔ یہاں تک
کہ شاہ نے اور مجسٹریٹ نے بھی بہت زیادہ محسوس کیا۔

"آپ ہمارے شاہ کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے۔"
سرکاری وکیل نے کہا۔

"بس دل نہیں چاہا ۔ اور جس بات کو ہمارے دل

نہیں چاہتے، وہ ہم نہیں کرتے۔"

"ہوں۔ اچھا خیر۔"

سب بیٹھ گئے۔ اب شاہ نے کہا:

"ہاں! تو یہ لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"انسپکٹر جمشید کا دعویٰ ہے کہ اس ریاست میں ان لوگوں کو موت کے گھاٹ کیوں اتارا جائے گا۔ اس راز کو یہ جانتے ہیں۔"

"تو کیا۔ اس قسم کا کوئی پروگرام واقعی ہے؟" شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

"نن۔ نہیں سر۔" سرکاری وکیل نے گھبرا کر کہا۔

"یہ جھوٹ بول رہے ہیں جناب۔ ان کا منصوبہ یہی تھا۔ ہمیں موت کے گھاٹ اُتارنا۔ اور میں اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں۔"

"تو کریں ثابت۔ اگر سرکاری وکیل مجرم ثابت ہوتے ہیں تو انھیں بھی عدالت سزا سنائے گی۔ ہماری ریاست میں انصاف کا خون نہیں ہوتا۔" شاہ نے کہا۔

"آپ کیا کہتے ہیں مسٹر مجسٹریٹ؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"وہی۔ جو ہمارے شاہ نے کہا ہے۔"

"جی نہیں۔ آپ تو سات سال سے زیادہ سزا سنا ہی

نہیں سکیں گے۔ اگر سرکاری وکیل کا جرم سات سال سے زیادہ کا ہوا تو اعلیٰ عدالت میں جانا ہوگا۔ لہٰذا کیوں نہ اعلیٰ عدالت کے جج صاحب کو بھی یہیں بلا لیا جائے، تاکہ دیکھ لیا جائے۔ ریاست وادیٔ غازاب میں انصاف ہوتا ہے یا نہیں۔"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" شاہ نے پُر جوش انداز میں کہا۔

اور پھر اُسی وقت اعلیٰ عدالت کے دو ججوں کو فون کیا گیا۔ وہ چند منٹ بعد ہی وہاں آ گئے۔ ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی۔ شاہ کو وہاں دیکھ کر حیرت اور بڑھی:

"یہ۔ یہ کیا ہے جناب والا؟"

"ابھی آپ کو ساری تفصیل سُنائی جائے گی، پھر بات شروع ہوگی۔" شاہ نے کہا۔

سرکاری وکیل نے ساری تفصیل سُنائی۔ دونوں ججوں نے حیران ہو کر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا:

"آپ لوگ بہت عجیب سے لگے ہیں ہمیں۔"

"شکریہ! ہم بھی آپ لوگوں کے بارے میں ایک اطمینان چاہتے ہیں۔"

"کیسا اطمینان؟"

"ایسا کہ — اگر ہم بے گناہ ثابت ہو جائیں تو آپ ہماری رہائی کا حکم ابھی اور اسی وقت دے دیں گے۔"

"اس میں کیا شک ہے — ہمارے شاہ کا یہی اصول ہے۔" ایک جج نے کہا۔

"جنابِ شاہ — آپ کیا کہتے ہیں؟"

"وہی جو عدالتِ عالیہ کے جج صاحب نے کہا ہے۔" شاہ نے کہا۔

"اور اگر مجرم ثابت ہو گئے؟"

"تو بھی آپ لوگوں کو یہی سزا سنائیں گے۔ میں نہیں" شاہ نے کہا۔

"مجرم ہمارے علاوہ کوئی اور ثابت ہوا تو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو سزا اسے سنائی جائے گی۔" ایک جج صاحب نے فوراً کہا۔

"آپ کے ساتھ میں جنابِ شاہ کے منہ سے بھی سننا چاہتا ہوں۔"

"میں بھی یہی کہتا ہوں۔"

"مسٹر سرکاری وکیل — آپ کیا کہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے خاص طور پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل یہی — جو جج صاحب اور جنابِ والا نے کہا ہے۔" سرکاری وکیل نے کہا۔

"لیکن!" انسپکٹر جمشید نے گونج دار آواز میں کہا۔

"لیکن کیا!!!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

ایک نہیں دو

اُن کی نظریں انسپکٹر جمشید پر جمی تھیں — اور انسپکٹر جمشید اُن میں سے کسی کی طرف بھی نہیں دیکھ رہے تھے — یُوں لگتا تھا — جیسے لیکن کہہ کر وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گئے ہوں؛

"آپ نے لیکن کے بعد کچھ نہیں کہا۔" سرکاری وکیل نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"لیکن میرا خیال ہے — اس ہال میں — جو اب صرف ہال نہیں — عدالتِ عالیہ کا کمرہ بن چکا ہے — انصاف نہیں ہو گا۔"

"کیا مطلب انسپکٹر جمشید — یہ غلط ہے — ہم پر الزام ہے — ایسا نہیں ہو گا۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں — کیسا نہیں ہو گا؟"

"اس کمرۂ عدالت میں نا انصافی نہیں ہو گی۔ انصاف

کیا جائے گا۔"

"انصاف ہی کیا جائے گا۔"

"آپ یہ بات ذرا مجھے لکھ کر دے دیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آپ عجیب آدمی ہیں۔" جج صاحب نے کہا۔

"مجبوری ہے جج صاحب — ہم اس وقت اپنے ملک میں نہیں — ایک غیر جگہ ہیں — یہاں کے قانون بھی ہمارے مُلک کے مطابق نہیں ہیں — اب تک یہاں ہمارے ساتھ سلوک بھی اس قانون کے مطابق ہوتا رہا ہے — ہم دو بار عدالت میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ پہلی بار ہمیں معاف کیا گیا — دوسری بار دو سال کی سزا سُنائی گئی — تیسری بار یہ سزا سات سال کی سنائی جانے والی تھی — اور چوتھی بار سزا عمر قید کی ہو جاتی — لیکن پانچویں بار یہ سزا موت کی سزا میں تبدیل کر دی جاتی — میں پہلے ہی واضح کر چکا ہوں کہ ہمارے خلاف یہی منصوبہ ترتیب دیا گیا تھا۔"

"وضاحت کریں مسٹر انسپکٹر جمشید۔" جج صاحبان کے چہروں پر شدید حیرت نظر آنے لگی۔

"ضرور جناب عالی! یہ معاملہ دراصل شروع ہوا تھا،

ہمارے گھر میں راڈیا کی آمد سے ...؟ انھوں نے کہا اور
تمام تفصیلات سناتے چلے گئے ۔ سب لوگ بتوں کی طرح
ساکت بیٹھے تھے ۔ ایسے میں اگر کوئی مکھی بھی ان کے
ناک پر بیٹھ جاتی تو شاید وُہ اس مکھی کو بھی نہ اڑا
سکتے ۔ بالکل اس طرح ۔ جس طرح بتوں کے منہ پر
مکھی بیٹھ جائے تو وہ اس کو اڑانے کی بھی طاقت
نہیں رکھتے ۔ اسی طرح قبروں پر اگر کوئی گندی چیز
گر جائے یا کوئی رکھ دے ۔ تو قبر میں سوئے ہوئے
بزرگ اتنی بھی طاقت نہیں رکھتے کہ اپنی قبر پر سے
اس کو ہٹا دیں ۔ اگر یقین نہیں تو تجربہ کر کے دیکھ
لیں ۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ۔ اگر قبر میں سویا ہوا شخص
اس گندگی کو اپنی قبر پر سے خود بخود ہٹا دیتا ہے
تو ضرور اس میں کوئی طاقت مان لیں ، ورنہ ہرگز
نہ مانیں ۔

" یہ قبروں کا ذکر کہاں سے نکل آیا" شاہ نے برا سا
منہ بنایا ۔

" آپ کو یہ ذکر اس موقعے پر ناگوار گزرا ۔ میں معافی
چاہتا ہوں ۔ لیکن آج کل جہالت کی انتہا ہو رہی ہے ،
لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر قبروں پر جاتے ہیں ۔ قبروں

سے مانگتے ہیں ۔ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں ۔ قبروں میں
دفن لوگوں کے بارے میں خیال کرتے ہیں ۔ اس دُنیا کا
نظام بس یہ لوگ چلا رہے ہیں ۔ حالانکہ وُہ تو اپنی
قبروں پر گر جانے والی گندگی کو دُور کرنے کی بھی قدرت
نہیں رکھتے ۔ اگر یقین نہیں تو تجربہ کر کے دیکھ لیں"۔

" پھر وہی ۔ آپ اصل بات کریں ۔ یہاں اس بات کی
کیا گنجائش" ؟ شاہ نے منہ بنایا ۔

" گنجائش کی بات یہ ہے کہ توحید پر جینا چاہتے ہیں ،
توحید پر مرنا ۔ اور جہاں توحید کے خلاف کوئی بات نظر
آتی ہے ۔ وہاں رونگٹے تک سلگنے لگتے ہیں" ۔

" تو کیا یہاں اس کمرے میں بھی آپ کو کوئی ایسی
بات نظر آئی ہے" ؟

" آپ کے شاہ نے ہاتھوں کی تمام انگلیوں میں موٹے
موٹے نگینوں والی انگوٹھیاں پہن رکھی ہیں ۔ ان انگوٹھیوں
کو دیکھ کر یہ الفاظ منہ سے نکل گئے ہیں ۔ کیا آپ
کا یہ عقیدہ نہیں ۔ کہ فلاں پتھر میں یہ خاصیت ہے ،
فلاں میں یہ ۔ فلاں پتھر پہنیں تو یہ فائدے حاصل
ہوتے ہیں ۔ فلاں پہنیں تو یہ" ۔

" ہاں ! یہی بات ہے ۔ لیکن آپ اپنی بات کریں ۔ شاہ

نے جل کر کہا۔

"یہی بات تو میری اپنی بات ہے ۔ اگر یہ بات میری اپنی بات نہیں تو پھر کوئی بات بھی میری اپنی بات نہیں۔" انھوں نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔

"جج صاحبان ۔ شاید یہ حضرت ہمارا وقت ضائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ میرے پاس تو اتنا وقت نہیں ۔ آپ ہی اس کی یہ لمبی چوڑی باتیں سُن لیں اور پھر فیصلہ کر دیجیے گا۔" شاہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہو ۔ آپ تو بالکل ناراض ہو گئے ۔ لیجیے میں اپنے بیان کو حد درجے مختصر کر دیتا ہوں ، بس اب آپ کے چند منٹ سے زائد نہیں لوں گا۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

شاہ نے تلملا کر ان کی طرف دیکھا ، پھر چلّائے:

"میں اتنا بے کار آدمی نہیں ہوں ۔ میرے پاس پہلے ہی وقت بہت کم ہے ۔ آپ ان لوگوں کو سنائیں ۔ اور اپنا فیصلہ سُن لیں۔"

یہ کہہ کر وُہ دروازے کی طرف جانے لگے ۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کی سرد آواز گونجی:

"مسٹر شاہ ۔ جنابِ والا آپ اس طرح نہیں جا سکتے۔"

"کیا مطلب؟" شاہ اچھل پڑا ۔ آنکھیں سُرخ ہو گئیں ، پھر پھنکار کر بولا:

"تم اور مجھے روکو گے۔"

"میں آپ کو روک نہیں رہا ۔ یہ بتا رہا ہوں کہ یہ راز جانے بغیر آپ کس طرح جا سکتے ہیں کہ راڈیا کو کس نے ہلاک کیا اور کیوں ۔ اور وُہ کون ہے ۔ جو ہمیں موت کے گھاٹ اُتروا دینا چاہتا ہے ۔ وہ بھی قانونی طور پر ۔ تاکہ کوئی اس پر شک نہ کر سکے اور ہم اپنی بے وقوفیوں کی بنیاد پر پھانسی پا جائیں ۔ کیا آپ یہ سب کچھ جانے بغیر چلے جائیں گے ۔ ٹھیک ہے ۔ جا سکتے ہیں تو جائیں۔" وُہ پُرسکون آواز میں کہتے چلے گئے۔

شاہ نے انھیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا ، ایک جھٹکے سے مڑا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا:

"ہاں! اب کہیے ۔ کیا بات ہے ۔ کس نے راڈیا کو قتل کیا ، کیوں کیا ۔ اور وُہ کون ہے ۔ جو آپ لوگوں کی جانوں کا دشمن ہے؟"

"آپ انصاف دلوائیں گے؟"

"انصاف صرف اسے ملے گا ۔ جو بے گناہ ہو گا اور مظلوم ہو گا ۔ ظالم کو تو میں انصاف دلوانے سے رہا۔"

"گویا آپ کی نظروں میں ہم ظالم ہیں۔"

"اس وقت تک جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں۔ ان میں تو کوئی ایسی بات نہیں جس کی بنیاد پر میں اپنا پروگرام خراب کر لوں۔ مجھے تو آپ لوگ ہی ظالم نظر آتے ہیں۔"

"یہ تو پوری کہانی سننے پر ہی معلوم ہو سکے گا جناب والا۔"

"اچھا سنائیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"راڈیا جب ہمارے گھر آیا تو اس کے ہاتھ پر ایک گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس گھڑی میں اس کی موت کا سامان چھپا ہے۔ اگر جانتا تو ہرگز اس کو کلائی پر نہ باندھتا۔ یہ ثبوت ہے، اس بات کا کہ یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے وہ گھڑی اسے کسی نے دی تھی۔ اس کے بھائی اور گھر والوں کا بیان ہے کہ اعلیٰ قسم کی گھڑی اس کے ہاتھ پر انھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے پاس تو ایک سادہ سی اور سستی سی گھڑی تھی۔ صاف ظاہر ہے۔ کسی نے اُسے وہ گھڑی دی تھی اور اس کی گھڑی اس سے لے لی تھی۔ نئی گھڑی کی کچھ خوبیاں اس نے بتائی ہوں گی۔ بے چارے راڈیا نے اس

کو کلائی پر باندھ لیا اور اس کے ذریعے مارا گیا۔ وہ ہمیں کچھ بتانے آیا تھا، لیکن بتانے سے پہلے مارا گیا۔ اس کے بھائی نے بتایا کہ کچھ لوگ اس کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ لیکن جب ہم یہاں آئے تو اس کے گھر کے آس پاس اس کے دشمنوں کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ گویا اس کی موت کی خبر اُن لوگوں کو مل گئی تھی، اسی لیے وہ اس کے گھر سے ہٹ گئے تھے۔ ہم یہاں آئے تو آتے ہی عدالت کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ پتا چلا۔ یہاں کوئی شخص کسی کیس کی خود تفتیش نہیں کر سکتا۔ یہ کام صرف اور صرف پولیس کا ہے۔ میں یہاں جان بوجھ کر بغیر کاغذات کے داخل ہوا۔ تاکہ یہاں کی عدالتوں کا جائزہ لے سکوں۔ یہاں کے حالات سے کسی حد تک پہلے سے واقف تھا۔ گھڑی کے ذریعے راڈیا کی موت نے اس معاملے کو بہت پیچیدہ بنا دیا تھا۔ اور میں یہاں آتے ہی حالات کو بھانپ لینا چاہتا تھا۔ سو عدالت کا طریقہ کار دیکھ کر کسی حد تک اندازہ ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے اپنا کام شروع کیا، لیکن ہماری تفتیش کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی تھیں۔ کرتے تو کیا۔ اتنا

معلوم ہوا کہ راڈیا محکمہ داخلہ میں ملازم تھا۔ ہم نے سوچا، وہاں جا کر معلومات حاصل کرنی چاہییں، لیکن باہر نگرانی والے موجود تھے۔ نگرانی والوں کو چکر دینے کے لیے اپنے بچوں سے باری باری دوڑ لگوائی۔ اس طرح میدان صاف ہوا تو میں اپنی بچی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں محکمہ داخلہ کے دفتر پہنچا، لیکن وہاں چاروں طرف پولیس ہی پولیس تھی۔ عمارت میں داخل ہونا ہمارے لیے بہت مشکل تھا، لیکن جیسے بھی ہو، ہمیں داخل ہونا تھا۔ اور آخر میں نے ایک پولیس والے کو پکڑا۔ اس کے کپڑے حاصل کیے۔ اسے بے ہوش کیا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت میں داخل ہونا آسان اس لیے ثابت ہو گیا کہ ہم نے اندر یہ خبر پہنچا دی تھی کہ انسپکٹر جمشید اندر داخل ہو گئے ہیں۔ سب مجھے تلاش کرنے لگے اور میں اندر داخل ہو کر اس برج پر چڑھ گیا۔ برج پر چڑھ کر میں نے نیچے کا خوب جائزہ لیا۔ ایک ایک بات نوٹ کی، پھر شاہ کی بگھی آئی۔ اس بگھی کے نیچے چپک کر میری یہ بچی بھی اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی، اگرچہ میں نے اسے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔ ادھر

میں اوپر سے بغور جائزہ لے رہا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر میں برج پر نہ چڑھ جاتا تو شاید اس راز کی تہ کو نہ پہنچ سکتا۔"

"کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"مطلب یہ کہ۔ اوپر سے مجھے چند ایسی چیزیں نظر آئیں جو نیچے سے نظر نہیں آ سکتی تھیں۔ اور جال پھیلانے والوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میں برج پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ یہ تو جانتے تھے کہ میں اندر داخل ہو جاؤں گا، لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ اندر داخل ہو کر برج پر بھی چڑھ جاؤں گا۔"

"جال۔ کیا مطلب۔ یہ یہاں جال کا کیا ذکر نکل آیا۔" ایک جج صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"میں ابھی وضاحت کرتا ہوں جناب والا۔ کسی نے شاہ کے کان میں آ کر کچھ کہا۔ اور پھر پولیس فوراً بگھی کے ارد گرد جمع ہو گئی۔ گویا کان میں بتایا گیا تھا کہ انسپکٹر جمشید کی بچی بگھی کے نیچے ہے۔ فرزانہ باہر نکل آئی۔ تو مجھے بھی سامنے آنا پڑا اور ہمیں عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ الزام یہ تھا کہ ہم غیر قانونی طور پر ایک سرکاری عمارت میں داخل ہوئے ہیں۔ ادھر

میرے دونوں بچوں کو بھی الجھایا گیا ۔ انہیں الجھانے
کے لیے کنگ جیسے بدمعاش کا سہارا لیا گیا ۔ حکم یہ تھا
کہ ان کے ہاتھوں شکست کھانی ہے ، تاکہ پولیس ان
لوگوں کو گرفتار کر سکے اور سزا دلوا سکے ۔ جب ہم
چاروں کو سزا ہو گئی تو پروگرام یہ تھا کہ ہمیں خود بخود
فرار ہونے کا موقع دیا جائے ، لیکن آگے جا کر
پھر پکڑ لیا جائے اور پھر عدالت میں پیش کیا جائے ۔
اس طرح سزا میں اضافہ کروایا جائے ۔ پھر سزا
بڑھوانے کے بعد فرار کا موقع دیا جائے اور سزا
اور بڑھوائی جائے ۔ یہاں تک کہ موت کی سزا ہو
جائے اور باہر نکلتے ہی ہمیں گولی مار دی جائے ۔
یہ کہہ کر یہ ایک بار پھر فرار ہونے کی کوشش کر
رہے تھے ، لہٰذا گولی مار دی گئی ۔ عدالت موت
کی سزا تو دے ہی چکی ہے ۔ اس صورت میں عدالت
کوئی سوال نہ پوچھتی اور ہم دوسری دنیا میں پہنچ جاتے
اور منصوبہ بنانے والوں کا مقصد پورا ہو جاتا ۔"

"کیا مطلب ۔ راڈیا کا قتل دراصل آپ لوگوں کو
موت کے گھاٹ اتارنے کا منصوبہ تھا ۔" شاہ نے
حیرت میں ڈوب کر کہا ۔

"جی ہاں ! اس میں ہمیں ایک فیصد بھی شک
نہیں ہے ۔"

"آخر کیسے ۔ معلوم بھی تو ہو ۔"

"بے چارے راڈیا کو تو صرف آلہ کار بنایا گیا
تھا ۔ پہلے اس کے پیچھے غنڈے لگائے گئے ۔
اسے یہ احساس دلایا گیا کہ کسی نامعلوم وجہ کی بنیاد
پر وہ لوگ اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں ۔ اسے مشورہ
دیا گیا کہ وہ فوراً مجھ سے ملے ۔ اس سلسلے میں اگر
کوئی مدد کر سکتا ہے تو وہ میں ہوں ۔ ساتھ میں
مشورہ دینے والے نے اسے بطور تحفہ وہ گھڑی
بھی دی ۔ اور بدلے میں اس کی گھڑی اس سے لے
لی ۔ راڈیا کسی کو کچھ بتائے بغیر ہماری طرف روانہ
ہو گیا ۔ ادھر اس مشورہ دینے والے نے اس
کے بھائی کاڈیا کو حالات بتاتے اور اس خطرے کا
احساس بھی دلایا کہ اس سفر سے راڈیا شاید ہی زندہ
لوٹ سکے ۔ کیونکہ دشمن اس کے پیچھے ہیں ۔
بے چارے بھی اس کے پیچھے روانہ ہو گئے ۔

راڈیا ہمارے گھر پہنچتے ہی اس گھڑی کے ذریعے
مارا گیا ۔ وہ گھڑی شاید ٹھوس گیسوں سے بنائی گئی

سائنس کی کوئی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ اس میں نیچے
کوئی پن بھی تھی۔ اس پن کے ذریعے زہر اس کے
جسم میں اترا۔ ہمیں اس گھڑی کے معائنے کا موقع
نہیں مل سکا۔ ورنہ ہمارے سائنس دان پروفیسر داؤد
اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیتے۔ دشمن جانتے
تھے۔ اس پر اسرار قتل کے بعد ہم وادیٔ غازاب ضرور
آئیں گے اور یہی ان کا منصوبہ تھا۔ یہاں پھانس کر
قانونی موت ہمیں مار ڈالنا۔ تاکہ ہماری حکومت بھی
کچھ نہ کر سکے۔ لیکن افسوس! ہم پہلے ہی یہ سب
کچھ بھانپ چکے تھے۔ ورنہ ہم ضرور فرار ہونے کی
کوشش کرتے۔ ہم نے یہ کوشش نہیں کی اور آپ لوگوں کو
یہاں جمع کر لیا۔"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"لیکن آپ نے ان دشمنوں کی طرف کوئی اشارہ نہیں
کیا۔ آخر وہ کون لوگ ہیں؟"

"اب میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ ہمارے خلاف
یہ سازش کرنے والے دراصل اس ریاست کے شاہ ہیں۔"
انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا۔ نہیں!!!" وہ سب ایک ساتھ چلائے۔ چہروں

پر حیرت اور خوف دوڑ گئے۔ منہ کھل گئے۔ آنکھیں
پھیل گئیں۔

"یہ آپ نے کیا کہا۔ دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا۔
آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ اتنا بڑا الزام لگا کر آپ
یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکیں گے۔" شاہ غرایا۔

"چاہے ہم ثبوت کیوں نہ پیش کریں۔" انسپکٹر جمشید
نے کہا۔

"ثبوت۔ کیا مطلب۔ کیا تم لوگوں کے پاس اس
بات کا کوئی ثبوت بھی موجود ہے؟" شاہ نے چونک
کر کہا۔

"جی ہاں! ورنہ ہم اتنا بڑا الزام کس طرح لگا سکتے۔"

"تو پھر آپ ثبوت پیش کریں۔" جج صاحب بولے۔

"ہاں کریں پیش۔" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"جس شخص نے دفتر داخلہ میں شاہ کے کان میں
یہ اطلاع دی تھی کہ ہم دفتر میں داخل ہو چکے ہیں،
اس کی کلائی پر بالکل ویسی گھڑی بندھی تھی۔ جس قسم
کی گھڑی راڈیا کی کلائی پر بندھی تھی۔"

"کیا۔ نہیں۔"

"بلکہ اب تو میں یہ اعلان بھی کرتا ہوں کہ بالکل ویسی

ہی گھڑی شاہ کے ہاتھ پر اس وقت بھی موجود ہے۔"

"کیا!!!" وہ سب اچھل ہی تو پڑے۔

اب وہاں حیرت کا ایک ایسا عالم طاری ہو چکا تھا کہ کیا کبھی ہوا ہوگا۔ سب کا بہت بُرا حال تھا، یوں لگتا تھا۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"آخر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ بالکل ویسی ہی گھڑی ہے۔ اور وہ کون ہے جس نے کان میں بات کہی تھی؟"

"وہ بھی یہاں موجود ہیں۔ شاہ کے مشیر۔ اب بھی دائیں ہاتھ بیٹھے ہیں۔"

"کیا!!!" سب ایک بار پھر اُچھلے۔

اب ان سب کی نظریں مشیر پر جم گئیں۔ اس کی کلائی پر بھی بالکل ویسی ہی گھڑی تھی۔

"یہ گھڑیاں دراصل پیغام رسانی کا ایک ذریعہ بھی ہیں اور خود کو یا دُوسروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ایک آلہ بھی ہیں۔ اگر یقین نہیں تو ان سے کہیے۔ یہ دونوں گھڑیاں اتار کر مجھے دے دیں۔ میں اس بات کو ثابت کر دیتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ گھڑیاں تمھیں نہیں دی جا سکتیں۔" شاہ نے غرّا کر کہا۔

"دیکھا آپ نے جج صاحبان۔ اگر یہ گھڑیاں عام گھڑیاں ہیں تو پھر انھیں یہ گھڑیاں اتار کر دینے میں بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔"

"خطرہ۔ کیسا خطرہ۔ میری ریاست میں اور مجھے خطرہ، انھیں گرفتار کر لیا جائے اور پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔" شاہ نے چلّا کر کہا۔

"لیکن مسٹر شاہ۔ کس جرم میں؟"

"انھوں نے اس ریاست کے شاہ پر بہت بھیانک الزام لگایا ہے۔"

"تب پھر انھیں الزام ثابت کرنے کا موقع ملنا چاہیے، اگر یہ ثابت نہ کر سکے تو ضرور انھیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔"

"بالکل ٹھیک۔ ہمیں منظور ہے یہ بات۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ گھڑیاں انھیں نہیں دکھائی جا سکتیں۔" شاہ نے بلند آواز میں کہا۔ سب کی حیرت حد درجے بڑھ چکی تھی۔

"ہم جانتے ہیں۔ آپ ان گھڑیوں کو ہاتھ نہیں لگانے دیں گے۔ اس لیے کہ اگر آپ نے یہ گھڑیاں اتار کر ہمیں دے دیں تو ہم ایک اور بہت بھیانک بات ثابت کر دیں گے۔"

ایک اور بھیانک بات۔ کیا مطلب؟

"جی ہاں! اگر انھوں نے یہ گھڑیاں اتار کر ہمیں دے
دیں تو ہم یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ گھڑیاں دراصل
انھیں بیگال کی حکومت نے دی ہیں اور یہ سارا منصوبہ
بیگال نے بنایا ہے۔"

"کیا!!!" اس بار ان کی آوازیں حد درجے بلند ہوگئیں۔
ساتھ ہی شاہ اور اس کا مشیر بھڑک اٹھے اور باہر
کی طرف دوڑ پڑے، لیکن محمود اور فاروق نے ان کی
طرف چھلانگیں لگا دیں اور انھیں کمر کی طرف سے جکڑ لیا:

"اب آپ بھاگ نہیں سکتے — آپ مسلمانوں کے حکمران
نہیں — بیگال کے ایجنٹ ہیں — اور ان کے لیے کام کر
رہے ہیں — اگر آپ کچھ دیر اور حکمران رہتے تو اس
ریاست کا اللہ ہی حافظ تھا — جج صاحبان — کیا آپ
اب بھی خاموش رہیں گے؟"

"انھیں حراست میں لے لیا جائے — گھڑیاں اتار لی
جائیں — ریاست کے سائنس دان کو گھڑیاں معائنے کے لیے
دی جائیں۔"

صرف ایک گھنٹے بعد انسپکٹر جمشید کی بات درست ثابت
ہوگئی — ریاست کے چیف جسٹس نے ریاست کا انتظام
سنبھال لیا — ان لوگوں کو باعزت اپنے ملک جانے کی

اجازت دی گئی، بلکہ شاہانہ طریقے سے رخصت کیا گیا —
رخصت ہوتے وقت فاروق نے کہا:

"حیرت ہے — یا تو یہ لوگ ہمیں پھانسی پر چڑھانے کے
لیے پر تول رہے تھے — یا اب شاہانہ انداز میں رخصت
کرنے پر اتر آئے ہیں۔"

"کیا کہ رہے ہو بھائی — پھانسی چڑھانے کے لیے بھی
بھلا پر تولے جا سکتے ہیں۔" محمود بولا۔

"بھئی تولنے کو اس دنیا میں کیا نہیں تولا جا سکتا۔"
فرزانہ نے منہ بنایا۔

اور انسپکٹر جمشید مسکرانے لگے —

لکی نمبرز کے انعامات کا اعلان

مندرجہ ذیل چار نمبر بذریعہ قرعہ اندازی لکی قرار پائے ۔ ہر نمبر پر ۵۰۰ روپے کا نقد انعام روانہ کیا جاتے گا :

۱ ـــ مجرمانہ قدم ـــــــ لکی نمبر ۴۷۸۶
۲ ـــ کہانی کے مجرم ـــــــ " ۳۳۲۲
۳ ـــ خوف کی بستی ـــــــ " ۵۴۳۲
۴ ـــ ڈرامے کی آگ ـــــــ " ۳۹۸۵

جن چار خوش نصیب قارئین کے پاس یہ ناول ہیں ، وہ فوری طور پر ہمیں بذریعہ رجسٹری ارسال فرمائیں ، تاکہ ان قارئین کو انعام روانہ کیا جا سکے ۔
آیندہ ماہ کے ناولوں میں انعام پانے والوں کے نام اور پتے شائع کیے جائیں گے ۔
آیندہ ماہ چار ناولوں کے لکی نمبرز پر ۱۰۰ ، ۱۰۰ روپے کے بیس انعامات دیے جائیں گے ۔
لکی نمبر والے ناول اس پتے پر ارسال کریں :
اشتیاق پبلی کیشنز ، ۹/۱۲ نصیر آباد ، مسلم پورہ ، سانده کلاں ، لاہور

فائدے کی بات

- ان شاء اللہ آیندہ ماہ آپ "یقینی خطرہ" (۱۰ روپے)، "قیدی کا اسرار" (۱۰ روپے) "دوہرا روپ" (۱۰ روپے)، "دو تیر ایک شکار" (۱۰ روپے) "مسئلہ کشمیر اور فتنۂ قادیانیت" (۱۰ روپے)، "قاتل ایس تیرہ" (۱۰ روپے)، "لفافے کا راز" (۱۰ روپے) ، "ایشیا کا جلاد" (۱۰ روپے) اور "انصاف کا خون" (۱۰ روپے) پڑھیں گے ۔ ان تمام کتب کی قیمت ۹۰ روپے ہے ، لیکن ادارے سے منگوانے پر آپ کو یہ تمام کتب صرف ۷۵ روپے میں ملیں گی ۔
- اگر آپ انسپکٹر جمشید سیریز کے نئے چار ناول منگوانا چاہتے ہیں تو ادارہ آپ سے ۴۰ روپے کی بجائے ۳۱ روپے وصول کرے گا ۔
- ناول بذریعہ وی پی ارسال کیے جاتے ہیں ۔
- پوسٹ مین آپ سے رعایتی قیمت سے ۵ روپے زائد وصول کرے گا ۔ اس طرح آپ کو ناول گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ نئے چار ناولوں پر ۴ روپے اور مکمل سیٹ پر ۱۰ روپے بچت ہو گی ۔
- ہے نا فائدے کی بات ــ خط لکھ کر آرڈر نوٹ کروائیں ــ شکریہ!

آرڈر بھیجنے کا پتا :
اشتیاق پبلی کیشنز ، ۹/۱۲ نصیر آباد ، سانده کلاں ، لاہور

— لکی نمبرز پر ۱۰۰ ، ۱۰۰ روپے کے پانچ انعامات —

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۵۵۳

یقینی خطرہ

مصنف: اشتیاق احمد

○ سرپھروں سے پالے۔
○ وہ کون تھے۔ آپ ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔
○ شہر کے ایک بہت بڑے ہال میں ملک کے چھے آدمیوں کی میٹنگ تھی۔
○ لیکن اس ہال کو دشمن بموں سے اڑا دینا چاہتا تھا۔
○ انسپکٹر جمشید کا فیصلہ یہ تھا کہ میٹنگ اسی ہال میں ہو گی۔ اور اسی فیصلے پر عمل کیا گیا۔
○ پھر کیا ہوا۔ ایک خوف ناک ناول۔
○ ۲۰ نومبر کو پڑھیے۔ قیمت: دس روپے۔

— لکی نمبرز پر ۱۰۰ ، ۱۰۰ روپے کے پانچ انعامات —

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۵۵۴

قیدی کا اسرار

مصنف: اشتیاق احمد

○ محمود، فاروق اور فرزانہ انشارجہ کے ایک ہوٹل میں کھانے کی میز پر موجود تھے۔
○ محمود نے کھانے کا برتن اٹھایا اور فرش پر پٹخ دیا، پھر تینوں نے وہ ہڑبونگ مچائی کہ خدا کی پناہ۔
○ ان پر مقدمہ چلا کر جیل بھیج دیا گیا۔
○ جیل میں ان کی ایک قیدی سے ملاقات۔
○ حیرتوں سے لبریز اور مہمات سے پر ایک ناول۔
○ آخر میں آپ اچھل ہی تو پڑیں گے۔
○ ۲۰ نومبر کو پڑھیے۔ قیمت: دس روپے۔

— کئی نمبرز پر ۱۰۰۰ روپے کے پانچ انعامات —

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۵۵۵

دوہرا رُوپ

مصنف: اشتیاق احمد

- انسپکٹر جمشید کے دفتر میں ایک بڑے آدمی کی آمد۔
- ان کے گھر کی سیف سے سرکاری فائلیں چرائی جا رہی تھیں۔
- فائلیں کون چرا رہا تھا۔
- انسپکٹر جمشید کے دفتر کی میز پر ایک گُل دستہ موجود تھا اور اس میں بم تھا۔
- کوئی ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔
- یہ کہانی آپ کو دھوکا دے جائے گی۔
- آپ مجرم کو پہچان نہیں پائیں گے۔
- ۲۰ نومبر کو پڑھیے — قیمت: دس روپے۔

— کئی نمبرز پر ۱۰۰۰ روپے کے پانچ انعامات —

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۵۵۶

دو تیر ایک شکار

مصنف: اشتیاق احمد

- اس نے اخبار میں اپنے قتل کیے جانے کی خبر پڑھی اور حیران رہ گیا۔
- اس کی لاش پولیس کو مل گئی تھی۔
- پولیس نے دو مجرم بھی گرفتار کر لیے تھے اور انھوں نے اسے قتل کرنے کا اقرار بھی کر لیا تھا۔
- اور وہ سوچ رہا تھا — یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
- آپ خود سوچیے — یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
- اگر نہیں سوچ سکتے تو پھر ناول کا انتظار کریں۔
- ۲۰ نومبر کو پڑھیے — قیمت: دس روپے۔

آیندہ کتاب کی ایک جھلک

۲۰ نومبر کو پڑھیے | قیمت ۱۰ روپے

متفرق سلسلہ ۲۰

نئی نسل — نیا ادب

مسئلہ کشمیر
اور
فتنۂ قادیانیت

مؤلف : عبید الرحمٰن

○ ایک بالکل اچھوتے انداز کی کتاب —

○ ختم نبوت کے پروانوں کے لیے —

○ کتاب کے عنوانات سے ہی پتا چل جاتا ہے کہ کتاب میں کیا کچھ ہے — عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا — کشمیر میں فتنۂ قادیانیت کا آغاز — قادیانی خلیفۂ اوّل حکیم نورالدین کی ریاستِ کشمیر میں سازشیں — قادیانیوں کی کشمیر میں دلچسپی کیوں؟ — کشمیر میں تحریکِ آزادی کا آغاز اور قادیانی سازشیں — کشمیر کمیٹی، قادیانی جماعت کی گھناؤنی چال — علامہ اقبال اور کشمیر کمیٹی — مکروہ پروپیگنڈہ — حد بندی کمیشن اور قادیانی فتنہ کا کردار — بیّن ثبوت — قادیانی اُمّت اور کشمیری مہاجرین — کشمیر میں قادیانیوں کا ابلیسی رقص — کوٹلی (آزاد کشمیر) میں قادیانی سازشیں — عبرت ناک سانحہ — فرقان بٹالین — قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں — فرقان بٹالین محاذِ کشمیر پر — فرقان بٹالین کو ربوہ سے کشمیر میڈل — غدارِ وطن سر ظفر اللہ خان قادیانی کا گھناؤنا کردار — ایک قادیانی آزاد کشمیر کا صدر بن گیا — فتنۂ قادیانیت اور سردار عبدالقیوم خان — غدارِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ — ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ اور قادیانی — غدار ابنِ غدار — کشمیر میں خون ہو گئی قادیان کی آرزو — بھارت، کشمیر اور قادیانی — اسرائیلی اور قادیانی گٹھ جوڑ کشمیر میں — قادیانی آزادیٔ کشمیر کے دشمن — یہ غفلت کی چادر کب تک؟

آئندہ خاص نمبر کی ایک جھلک

۲۰ دسمبر کو پڑھیے | قیمت ۲/۵۰ روپے

خاص نمبر ۳۱

محمود، فاروق، فرزانہ، انسپکٹر جمشید، آفتاب، آصف، فرحت، انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کی مشترکہ مہم

دلدل میں سفر

مصنف: اشتیاق احمد

- برف کے اس پار کے بعد ایک اور ضخیم خاص نمبر۔
- گزشتہ خاص نمبر اکثر قارئین کو ڈھونڈے نہیں ملا تھا۔ کچھ قارئین اب تک اسے تلاش کر رہے ہیں۔ اس صورتحال سے بچنے کے لیے بک سٹال پر قیمت جمع کرا دیں یا پھر ادارے کو اپنا آرڈر فوری طور پر نوٹ کروا دیں۔
- بک سٹال مالکان پہلے ہی اپنا آرڈر ارسال کر دیں۔ بصورت دیگر ان کی ضرورت پوری نہ کی جا سکے گی۔
- خاص نمبر دلدل میں سفر کی جھلکیاں آئندہ ماہ کے ناولوں میں ملاحظہ فرمائیں

بھرپور ناول
ماہنامہ
اشتیاق پبلی کیشنز
برانچ آفس